تنظیم اسلامی کا ترجمان

02

ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

7 تا 13 جمادی الثانی 1443ھ / 11 تا 17 جنوری 2022ء


## داعیان دین اور قوت مدافعت

''زندگی کی راہ میں بے شمار گھاٹیاں اور خطرناک موڑ آتے ہیں جو دعوت دین کی راہ بند کر دیتے ہیں اور اسلام کے لیے کام کرنے والوں کے لیے بڑے مصائب پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن بہترین، ترتیب، راست رہنمائی اور دائمی تذکیر کا کام یہ ہے کہ افراد کے اندر ایسی زبردست قوتِ مدافعت پیدا کر دے جو انہیں انحراف اور ہلاکت کے عوامل اور تباہ کن چیزوں سے بچا سکے اور انہیں دنیا اور اس کی زیب و زینت کی فتنہ سامانیوں اور گمراہیوں سے مقابلہ کرنے کے لیے مضبوط و مستحکم رکھ سکے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں اکثر داعیانِ دین کے اندر مضبوط و مستحکم نفسی قوتِ مدافعت کا فقدان ہے، جس کی وجہ سے غیر اسلامی فکر اور راہ کی طرف مائل ہونے اور دُنیا کے مکر و کید میں پھنسنے کے اندیشے ہر وقت لگے رہتے ہیں۔ افکار و نظریات اور قیمتی سے قیمتی تصورات رائیگاں چلے جاتے ہیں اگر ان کے حاملین ایسی حسّی عملی تیاری نہ کریں جو ان کے مستقبل اور ان کی دعوت کے مستقبل میں پیش آنے والے ہنگامی حالات سے مقابلہ کر سکے اور جب تک داعیانِ دین کی زندگی دعوت کے اصولوں اور اقدار کی چلتی پھرتی تصویر نہ بن جائے اور ان کے نزدیک اسلام ہی ہر فیصلہ کی کسوٹی، ہر مسئلہ کا حل اور ہر تصور کا ماخذ نہ بن جائے۔ ورنہ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے ہوائے نفس انہیں اپنی طرف مائل کر دیتی ہے اور مرغوباتِ دُنیا انہیں جادۂ حق سے پھسلا دیتے ہیں۔ اگر داعیانِ اسلام کے اندر عقیدہ کی پختگی نہیں ہوگی، اخلاق و ایمان کی طاقت سے وہ مسلح نہیں ہوں گے، اپنے نفس کا محاسبہ کرنے میں تیز اور حساس نہیں ہوں گے، ان کا رب سے مضبوط و مستحکم تعلق قائم نہیں ہوگا، شبہات سے دامن نہیں بچائیں گے، اطاعت کا شوق و ولولہ نہیں ہوگا اور نوافل و عبادات سے گہری دلچسپی نہیں ہوگی تو یقینی طور پر اس معاشرہ کی آلائشوں سے اپنا دامن بچا نہیں سکیں گے اور سوسائٹی کے انحراف اور الحاد کی بیماری ان کے اندر بھی سرایت کر جائے گی۔''

استاد فتحی یکن

## اس شمارے میں


پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل
پاکستانی معیشت کے خدوخال (1947ء 1983ء)

پردہ نشین عورت: جنت کی ملکہ

سعودی عرب میں تہذیبی تبدیلی

حضرت رُبیّع بنت مُعوّذ رضی اللہ عنہا

.....رقم کرتے رہیں گے!

ناکامی، حادثہ اور کامیابی

# کافروں کی طرف نہ جھکیں

سُوْرَۃُ الفُرْقَان ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ آیت : 52

فَلَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَ جَاہِدۡہُمۡ بِہٖ جِہَادًا کَبِیۡرًا ﴿۵۲﴾

**آیت ۵۲:** ﴿فَلَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ﴾ ’’تو (اے نبیﷺ!) آپ ان کُفّار کا کہنا نہ مانیے‘‘

یہاں پر لفظ اطاعت حکم کی تعمیل کے مفہوم میں نہیں آیا‘ بلکہ اس فقرے کا مفہوم سمجھنے کے لیے ان حالات کے بارے میں جاننا ضروری ہے جو اس سورت کے نزول کے وقت حضورﷺ کو مکّہ میں درپیش تھے۔ اُس وقت مکّہ کی فضا انتہائی کشیدہ تھی اور حضورﷺ پر ہر طرف سے شدید دباؤ تھا۔ ان حالات میں اکثر لوگ آپؐ کو مشورے دیتے تھے اور بار بار سمجھاتے تھے کہ آپؐ نے اپنی پوری قوم کے ساتھ جو لڑائی مول لے رکھی ہے یہ مناسب حکمتِ عملی نہیں ہے۔ اس سے قبیلے میں پھوٹ پڑ جائے گی‘ بھائی بھائی سے کٹ جائے گا‘ اولاد والدین سے جُدا ہو جائے گی‘ قبیلے کی بنی بنائی ساکھ برباد ہو جائے گی اور اس کے نتائج سب کے لیے بہت بھیانک ہوں گے۔ اگر آپؐ اپنے موقف میں تھوڑی سی لچک پیدا کر لیں تو صلح صفائی کی کوئی صورت نکل سکتی ہے اور حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ اہل مکّہ کی اس سوچ اور کوشش کے باوجود آپؐ اپنے موقف پر پوری تندہی اور دل جمعی سے ڈٹے ہوئے تھے۔ ان حالات میں ایک طرف اہل ایمان پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا تھا تو دوسری طرف آپؐ پر شدید نوعیت کا معاشرتی دباؤ تھا۔ آیت زیرِ نظر کے ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی کسی بات کو قبول کرنا تو درکنار آپؐ ان لوگوں کی باتوں کی طرف بالکل دھیان ہی نہ دیں۔

﴿وَ جَاہِدۡہُمۡ بِہٖ جِہَادًا کَبِیۡرًا ﴿۵۲﴾﴾ ’’اور آپؐ ان کے ساتھ جہاد کریں اس (قرآن) کے ذریعے سے بڑا جہاد۔‘‘

ان مشکل حالات میں آپؐ کو قرآن کے ذریعے جہاد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ مکّہ میں بارہ سال تک آپؐ نے جو جہاد کیا وہ جہاد بالسیف نہیں تھا بلکہ جہاد بالقرآن تھا۔ اس جہاد کی آج پھر ہمارے معاشرے میں شدید ضرورت ہے۔

## فرمان نبوی

# راہ حق کا غبار

عَنْ اَبِیْ عَبْسٍ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاہُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ))

(رواہ البخاری)

حضرت ابوعبس ؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ’’جس کے قدم ’’اللہ کی راہ‘‘ میں غبار آلود ہوں، اللہ نے اس پر جہنم کی آگ حرام کی ہے۔‘‘

**تشریح:** ’’اللہ کی راہ‘‘ کا اطلاق ہر اس کام پر ہوتا ہے جو صرف اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے۔ مثلاً علم دین حاصل کرنے، نماز جنازہ میں شریک ہونے، بیمار کی عیادت کرنے، مسجد میں نماز باجماعت کے لیے جانے، حج کرنے اور اس طرح کے دوسرے فرائض کو ادا کرنے کے لیے سفر کرنا لیکن بالعموم یہ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے جدوجہد کے معنی پر مشتمل ہوتا ہے۔

’’قدموں کے غبار آلود ہونے‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کے جسم پر گرد و غبار کی دھول آئے یا اسے جسمانی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ شخص دوزخ میں نہیں جائے گا جو اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کرے اور اس راہ کی تکلیفوں اور آزمائشوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔

ہفت روزہ
لاہور
# ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
7 تا 13 جمادی الثانی 1443ھ جلد 31
11 تا 17 جنوری 2022ء شمارہ 02
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل

## پاکستانی معیشت کے خدوخال (1947ء تا 1983ء)

ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ کسی ملک کی معیشت کا اُس کے دفاع اور سلامتی سے گہرا تعلق ہوتا ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آجانے سے لے کر اب تک کی معاشی صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے۔ اِس سے قارئین یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ پون صدی میں ملک کو معاشی سطح پر کس طرح کے مدوجزر کا سامنا رہا۔ تقسیم ہند کے وقت لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور پنڈت نہرو لال کی ملی بھگت سے اور ریڈ کلف ایوارڈ میں بد دیانتی کے ذریعے جغرافیائی طور پر جس طرح ڈنڈی ماری گئی تھی ہندوستان کے اثاثہ جات کی تقسیم میں اُس سے بڑھ کر ڈنڈی ماری گئی اور پاکستان کو اُس کا حق نہ دیا گیا۔ پھر یہ کہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق مہاجرین کا بوجھ پاکستان پر ڈال دیا۔ ایک قول کے مطابق یہ انسانی تاریخ کی سب سی بڑی ہجرت تھی اِس پس منظر میں اندازہ کیجیے کہ آغاز میں پاکستان کی معاشی حالت کیسی تھی پھر یہ کہ اور بھی بہت سے مسائل تھے جن سے نمٹنے کے لیے مالی وسائل کی ضرورت تھی۔ اِس کے باوجود وقت کی حکومت اور ریاستی اہلکاروں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کیا، لہٰذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پاکستان میں اقتصادی ترقی کا پہلا دور 1947ء سے 1950ء تک کا تھا۔

آزادی کے بعد پاکستان کا اقتصادی طور پر پہلا بڑا مسئلہ 3 کروڑ سے زائد کی آبادی والے نئے ملک کو معاشی طور پر چلانا تھا۔ اس دور میں پاکستان کی معیشت کا نصف فیصد حصہ زراعت سے حاصل ہوتا تھا۔ پاکستان کے اُس وقت کا دارالحکومت کراچی دنیا کے نقشے پر ایک اہم تجارتی سرگرمیوں کے شہر کے طور پر ابھر رہا تھا۔ کراچی سے ملک کے بہت سے معاشی مسائل کو حل کرنے میں مدد مل رہی تھی۔ ملک کی معاشی صورتحال کو دیکھتے ہوئے 1947ء میں ایک انڈسٹریل کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ ملک میں انڈسٹریل یونٹس بنائے جائیں گے، جس کے ذریعے پاکستان کی برآمدات میں اضافہ ہوگا، اور اس سے کثیر تعداد میں زرِ مبادلہ بھی حاصل ہوگا، جو کہ ایک نومولود ملک کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کانفرنس کے نتیجے میں ملک میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے مختلف طرح کے اقدامات اور معاشی اصلاحات کرنے کا فیصلہ کیا گیا، جن میں انڈسٹریل بورڈ کا قیام اور انڈسٹریل فائنانشل کارپوریشن کی ازسرِ نو تعمیر شامل تھی۔

پاکستان کے دوسرے اقتصادی دور کا آغاز عالمی سطح پر ہونے والی کورین جنگ سے ہوا، جو کہ 1950ء سے 1952ء تک جاری رہی۔ اس جنگ کے دوران عالمی سطح پر جیوٹ اور کاٹن کی کھپت اور قیمتوں میں اضافہ دیکھنے میں آیا۔ پاکستان جو کہ اس وقت کاٹن اور جیوٹ میں خود کفیل ملک تھا، پاکستان نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا، جس کی وجہ سے پاکستان کے زرمبادلہ ذخائر میں ریکارڈ اضافہ دیکھنے میں

آیا۔ تاہم، کورین جنگ کے اختتام کے نتیجے میں پاکستان میں خام مال کی قیمتوں پر منفی اثر ہوا، جس کے باعث پاکستان کی معیشت جو کہ ابھی پوری طرح ٹیک آف بھی نہیں ہوئی تھی پھر سے مشکلات کا شکار ہوگئی اور ملک کی معیشت پر نقصانات کے بادل منڈلانے لگے اور آخر کار مالی سال 1952ء میں شرح نمو منفی 1.80 کی حد تک گر گئی۔ ابھی یہ مصیبت کم نہ ہوئی تھی کہ پاکستان کو سیلابوں نے گھیر لیا جس کا سب سے زیادہ نقصان زرعی پیداوار پر پڑا اور ملک کا زراعت کا شعبہ بُری طرح متاثر ہو کر منفی 9.06 کی شرح پر پہنچ گیا۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے پاکستان کی معیشت کو مضبوط کرنے کے لیے پہلے پانچ سالہ منصوبے کا یکم اپریل 1955ء کو آغاز کیا، جو کہ 31 جولائی 1960ء تک جاری رہا۔ اس منصوبے میں ایک ہزار 80 کروڑ کی سرمایہ کاری کرنے کا اعلان کیا گیا، جن میں پیپر، کارڈ بورڈ، فرٹیلائزر اور کیمیکلز سمیت دیگر انڈسٹریز شامل تھیں۔ ان اقتصادی پالیسیوں کی وجہ سے ملک کی معیشت اپنے پاوں پر کھڑی ہوگئی اور بالآخر اس اقتصادی منصوبے کے باعث ملکی آمدنی (نیشنل انکم) میں 11 فیصد اضافہ ہوا، جبکہ عام آدمی کی زندگی پر بھی اس کے مثبت اثرات پڑے اور فی کس آمدن میں 3 فیصد اضافہ بھی دیکھنے میں آیا۔

پاکستان کا دوسرا اقتصادی دور، جو کہ 1950ء سے لے کر 1960ء کی دہائی پر محیط تھا، اس دوران 27 اکتوبر 1958ء کو اُس وقت کے آرمی چیف ایوب خان نے آئین معطل کر دیا اور ملک میں مارشل لاء لگا دیا۔ مارشل لاء کا نفاذ آئینی، سیاسی، قانونی اور اخلاقی لحاظ سے یقیناً انتہائی غلط قدم تھا لیکن عارضی طور پر اِس کا یہ فائدہ ہوا کہ ایک حکومت کو تسلسل سے اپنی معاشی پالیسیاں نافذ کرنے کا موقع ملا اور اُس سے ملک میں اقتصادی سطح پر حالات بہتر ہونے شروع ہوگئے۔ ملک میں معاشی ترقی کی اوسطً شرح ترقی 3.06 فیصد رہی۔ اسی دہائی میں ملک میں زرعی شعبے نے شرح نمو میں اوسطاً 1.63 فیصد اپنا حصہ ڈالا جبکہ مینوفیکچرنگ سیکٹر کی 1950ء سے 1960ء کے دوران اوسطاً شرح نمو 7.6 فیصد تھی۔ اسی طرح سروسز سیکٹر میں دوسرے اقتصادی دور کے دوران ہونے والی ترقی کی اوسطً شرح نمو 3.42 فیصد تھی۔ پاکستان میں ہر شعبے کی تعمیر و ترقی کے لحاظ سے یہ دہائی خاص اہمیت رکھتی ہے۔

پاکستان کے تیسرے اقتصادی دور کو بعض معاشی ماہرین ڈیکیڈ آف ڈیویلپمنٹ کا نام دیتے ہیں، کیونکہ اس دور کے دوران پاکستان کی جی ڈی پی میں ریکارڈ اضافہ دیکھنے میں آیا۔ اگر ملک کی شرح نمو زیادہ ہوگی تو ملک کے ہر شعبے کو زیادہ بجٹ ملے گا، جس سے تعلیم، زراعت، صنعتیں سب شعبوں کو ترقی کے مواقع ملتے ہیں۔ اس معاشی دور کے دوران ملک میں غیر قانونی ٹریڈ اور کاروبار کرنے والے افراد کے خلاف سخت کارروائی کی گئی۔ اسی دور میں انڈسٹریل سیکٹر کے ساتھ ساتھ زرعی سیکٹر کی پیداوار میں بھی اضافہ دیکھنے میں آیا، جس کی ایک اہم وجہ حکومت کی جانب سے زراعت کے ساتھ انڈسٹریل سیکٹر کو بھی اہمیت دینا تھا۔ اس اقتصادی دور کے دوران ملک میں دو دو بار پانچ سالہ اقتصادی منصوبے لائے گئے۔ جون 1960ء کو ملک میں دوسرے پانچ سالہ اقتصادی منصوبے کا اعلان کیا گیا جس کا کل حجم 19 ارب روپے مقرر کیا گیا، تاہم اپریل 1961ء میں اس کے حجم میں اضافہ کر کے 23 ارب روپے کر دیا گیا۔ اس منصوبے کے تحت ملکی جی ڈی پی گروتھ نے پانچ سالوں کے دوران اوسطاً 6.7 فیصد شرح کے ساتھ ترقی کی۔ اسی طرح 1965ء میں پاکستان میں تیسرا پانچ سالہ اقتصادی منصوبہ لایا گیا، جس کے لیے حکومت نے ملک میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے 52 ارب روپے مقرر کیے۔

پاکستان کے تیسرے اقتصادی دور کا جائزہ کیا جائے تو اس عرصے میں ملکی معاشی ترقی کی شرح اوسطاً 6.76 فیصد رہی۔ جبکہ اس عرصے کے دوران زرعی ترقی کی شرح 5.06 فیصد، مینوفیکچرنگ سیکٹر نے تقریباً 9.92 فیصد، جبکہ سروسز سیکٹر نے 6.74 فیصد کی شرح سے ترقی کی۔ اس دہائی میں عام شہری کی زندگی میں بہتری آئی اور اس کی فی کس آمدن میں بھی اضافہ ہوا۔

بعد ازاں ایوب خان کے خلاف ایک زبردست عوامی تحریک نے 1968ء میں ایوب خان کی حکومت ختم کر دی اور 1970ء کی دہائی کے آغاز میں ہی پاکستان ایک سانحہ کا شکار ہوگیا اور مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہوگیا، جس کے محرکات سیاسی اور معاشی دونوں تھے۔ اس دور کے ابتدائی سات سال کافی مایوس کن تھے، جس میں روپے کے مقابلے میں امریکی ڈالر کی قیمت 4.76 روپے سے بڑھ کر 11 روپے تک جا پہنچی۔ اس کے ساتھ اس دور میں پاکستان کے اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی جانب سے ملک بھر میں نیشنلائزیشن کی پالیسی اپنانے کا فیصلہ کیا گیا اور تمام بڑی بڑی نجی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا، جس سے معیشت پر منفی اثرات پڑے اور سرمایہ کاروں کی کثیر تعداد نے پاکستان کی بجائے دیگر ممالک میں سرمایہ کاری کرنے کو ترجیح دی۔ اس دور میں ملک میں مجموعی طور پر زرعی خام مال، زرعی پیداوار اور برآمدات میں اضافہ دیکھنے میں آیا۔ تاہم، ملک میں مہنگائی کی شرح میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا، جس کے سبب لوگوں کی جمع پونجی میں واضح کمی ہوئی۔ ان سب حالات کے باعث ملکی جی ڈی پی 6 فیصد سے کم ہو کر 3.6 فیصد پر آ پہنچی۔ بھٹو کی نیشنلائزیشن کی پالیسی نے پاکستان کی اقتصادی کمر توڑ دی اور معیشت کو ایسا نقصان پہنچا جس کا ازالہ آج تک نہیں ہو سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر تجزیہ نگاروں کی رائے میں بھٹو دور کی معاشی پالیسی سوشلسٹ نظریہ کی عکاسی کرتی تھی۔

پاکستان کے چوتھے اقتصادی دور کے دوران تیل کی (باقی صفحہ 18 پر)

# پردہ نشین عورت: جنت کی ملکہ

## (سورہ الرحمٰن کی آخری 7 آیات کی روشنی میں)

**جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 24 دسمبر 2021ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ان شاء اللہ ہم سورۃ الرحمٰن کی آخری سات آیات کا مطالعہ کریں گے۔ زیر مطالعہ آیات میں ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے انعامات واکرام کا بیان ہے جنہوں نے دنیا کی زندگی میں اللہ کے دین کے لیے مصائب اور مشکلات کا سامنا کیا ہوگا اور تکالیف دیکھی ہوں گی۔ گزشتہ بیان میں ذکر آیا تھا کہ ان کے جنت میں کیا انعامات ہوں گے:

﴿فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ۝٧٠﴾ ”ان میں ہوں گی نہایت نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں۔“

﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝٧١﴾ ”تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟“

قرآن مجید میں جنت کی حوروں کے حسن و جمال کا ذکر بعد میں آتا ہے لیکن ان کی سیرت و کردار کا ذکر پہلے آتا ہے۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۝٧٢﴾ ”یعنی حوریں، جو قیام پذیر ہوں گی خیموں میں۔“

انسان میں اللہ تعالیٰ نے فطری جذبات رکھے ہیں اور ان کی تسکین کا سامان بھی عطا کیا۔ جس طرح بھوک پیاس اور دیگر انسانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ نے ذرائع پیدا کیے ہیں اسی طرح انسان کی اس فطری خواہش کو پورا کرنے کے لیے بھی نکاح کا جائز طریقہ رکھا ہے۔ یعنی اللہ نے دنیا میں بھی بندوں کی تسکین کا جائز سامان کیا ہے اور آخرت میں اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیار کر رکھا ہے اس کا ہم اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ کی انہی نعمتوں میں سے ایک بہت اعلیٰ نعمت حوریں ہیں جن کا ذکر اس مقام پر آ رہا ہے۔ فرمایا:

﴿حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۝٧٢﴾ ”یعنی حوریں، جو قیام پذیر ہوں گی خیموں میں۔“

یعنی جنت کا جو نظارہ اللہ تعالیٰ پیش فرما رہا ہے اس کے مطابق وہاں بھی پردے کا باقاعدہ اہتمام ہوگا۔ یہ حوریں بہت اعلیٰ خیموں میں پردہ نشین ہوں گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی عورتوں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ پردے میں رہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات سے مخاطبت فرما کر اہل ایمان کی عورتوں کو تعلیم دی گئی کہ:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ ”اور تم اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور مت نکلو بن سنور کر پہلے دورِ جاہلیت کی طرح“ (الاحزاب:33)

مرتب: ابو ابراہیم

عورت کا اصل مقام اس کا اپنا گھر ہے کیونکہ عورت ایک ایسا نادر نگینہ اور جوہر خاص ہے جس کو پردہ نشین رہنا چاہیے۔ اسی لیے اسے عورت کہا گیا کیونکہ عورت کا مطلب ایسی شے ہے جس کو پوشیدہ رکھا جائے۔ عورت کا اصل وقار اس کے پردہ نشین ہونے میں ہے۔ ہاں ضرورت ہو تو وہ گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور شرعی حجاب اور پردے کا لحاظ رکھے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ لیکن گھر گرہستی کے معاملات عورت کے حوالے کیے گئے۔ گھر کی ملکہ عورت کو بنایا گیا۔ گھر کو مضبوط کرنے کے لیے عورت کی اولین ذمہ داری لگائی گئی۔ یہ اپنی جگہ پورا ایک مضمون ہے۔ یہاں اللہ جنت کی حوروں کا ذکر فرما رہا ہے۔ ان کے اوصاف بیان فرما رہا ہے کہ جنت کی عورتیں، جنت کی حوریں خیموں میں پردہ نشین ہوں گی۔ ان خیموں کا تصور ہم اس دنیا میں نہیں کر سکتے۔ آج بھی آپ دیکھ سکتے ہیں خیمے کس نوعیت کے اور کتنے sofisticated آ گئے ہیں۔ اب تو حج کے لیے جو مہنگے ترین پیکجز ہوتے ہیں ان میں خیموں میں رہائش ہوتی ہے اور لاکھوں ریال کے یہ پیکجز ہوتے ہیں۔ ان خیموں کو انسان دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ آپ تصور کیجیے جنت کے خیمے کتنے اعلیٰ اور کتنے پُرآسائش ہوں گے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ایک خیمہ موتیوں کا بنا ہوا ہوگا جو ساٹھ میل لمبا ہوگا۔ محلات کا ذکر تو علیحدہ ہے۔ سورۃ الدھر میں ذکر ہے کہ ہر جنتی اپنی جنت میں بادشاہ ہوگا اور اس کا اپنا محل اور تاج ہوں گے، اس کے خدمت گار ہوں گے۔ پرانے وقتوں میں جب بادشاہ شکار کے لیے یا سیر وتفریح کے لیے جاتے تھے تو وہاں عارضی خیمے لگواتے تھے اور ان میں شاہی خیمہ سب سے الگ اور خوبصورت مقام پر ہوتا تھا۔ جس میں ملکہ اور شہزادیاں پردہ نشین ہوتی تھیں۔ ظاہر ہے بادشاہ کی غیرت کہاں گوارا کرے گی کہ اس کی ملکہ ایسی جگہ قیام کرے جہاں ہر کوئی اسے دیکھ رہا ہو اور نہ ہی ملکہ کو یہ چیز زیب دے گی۔ اسی طرح جنتی بھی اپنی جنت میں بادشاہ ہوگا اور جب محل سے نکل کر باہر جائے گا تو سیر گاہوں میں خوبصورت خیمے نصب ہوں گے جن میں حوریں پردہ نشین ہوں گی۔

قرآن حکیم بھی اسی بات پر زور دے رہا ہے کہ

ایک عورت کا وقار، اس کی عزت، اس کی شرم وحیا، اس کا فطری اور اعلیٰ مقام اس کے پردے اور پردہ نشین رہنے میں ہے۔ قرآن حکیم جنتی عورتوں اور جنت کی حوروں کے باب میں بار بار بیان کرتا ہے کہ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ پردہ نشین ہوں گی، خیموں میں ہوں گی۔ دراصل قرآن توجہ دلا رہا ہے کہ عورت کا اعلیٰ وارفع مقام انہی اوصاف کی بدولت ہے۔ اسی لیے قرآن حوروں کے اوصاف کا ذکر پہلے کرتا ہے اور ان کے حسن و جمال کا ذکر بعد میں کرتا ہے۔ اللہ کے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی ایک حور دنیا میں جھانک لے تو پوری دنیا میں اس کے چہرے سے روشنی ہی روشنی ہوجائے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: اس کے ایک بال کو دنیا میں لٹکا دیا جائے تو دنیا میں خوشبو ہی خوشبو ہوجائے۔ اللہ اکبر کبیرا! حضور ﷺ فرماتے ہیں اس کی جو اوڑھنی (چادر) ہے وہ دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے اس سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔ اس کے علاوہ بھی تفصیلات احادیث مبارکہ میں آتی ہیں۔

یہ وہ موضوع ہے جس پر کلام کرتے ہوئے لوگوں کو جھجک ہوتی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! دنیا حرام خوری کرتی ہے، حرام کے کام کرتی ہے، زنا کے معاملات کرتی ہے، نکاح کا انکار کرتی ہے، نکاح کے بندھن کے بغیر سارے تعلقات قائم ہوتے ہیں، ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ گندگی دنیا میں بھری ہوئی ہے لیکن اس پر کسی کو پریشانی نہیں اور مسلمان نکاح کی بات کرے، نکاح کے ذریعے جائز خواہش کی تکمیل کی بات کرے، اللہ کا کلام حوروں کا ذکر کرے، محمد مصطفیٰ ﷺ حوروں کا ذکر کریں تو مسلمانوں کو بھی اس پر کلام کرنے میں جھجک آتی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان چیزوں کو بیان کیا۔ یہ جبلت اللہ نے انسان کے اندر رکھی ہے۔ کوئی اس کا انکار کردے تو وہ غیر فطری بات کر رہا ہے۔ اسی طرح نکاح کا انکار بھی غیر فطری بات ہے جیسے دجالی تہذیب میں نکاح کا انکار ہو رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں جو سڑانڈ معاشرے میں پھیل رہی ہے اس سے انسانیت کا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ جبکہ اللہ کا دین نکاح کی ترغیب دلاتا ہے، اللہ کا دین اس فطری خواہش کی تکمیل کا جائز راستہ بتاتا ہے۔ اس راستے کو اختیار کرنے پر اللہ کا دین اجر وثواب کا وعدہ کرتا ہے۔ زنا اگر حرام ہے اور اس پر سزا ہے تو نکاح کرنا ثواب کا کام ہے۔ اللہ کے دین کے بیان میں کوئی شرم نہیں، جھجک نہیں۔ خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان چیزوں کو بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تسکین کا، اس کی خواہشات کی تکمیل کا سامان جنت میں بھی رکھا ہے۔ اللہ ہمیں یقین عطا فرمائے۔ آگے فرمایا:

﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٧٣﴾ ''تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟''

﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ۝٧٤﴾ ''نہیں چھوا ہوگا ان سے پہلے انہیں نہ کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان حوروں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا ہوگا اور ان کو کسی جن یا انسان نے کبھی دیکھا اور چھوا تک نہ ہوگا۔ ایسے پاکیزہ ماحول میں وہ پیدا ہوئی ہوں گی اور پروان چڑھی ہوں گی۔ دراصل عورت کی پاکیزگی ہی اس کی اصل شان ہے۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٧٥﴾ ''تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟''

﴿مُتَّكِـــِٕيْنَ عَلٰي رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝٧٦﴾ ''وہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے سبز مسندوں اور بہت نفیس بچھونوں پر۔''

رفرف غالیچے اور قالین کو بھی کہا گیا ہے۔ یہ اہل جنت کی فرشی نشستوں کا ذکر آ رہا ہے۔ جنتیوں کے شاہانہ تخت کا ذکر بھی قرآن کریم کرتا ہے۔ ہمارے مفسرین نے رفرف کا عربی لغت کے اعتبار سے ایک مفہوم یہ بیان فرمایا کہ رفرف ایسی شے ہے جس پر آپ سواری بھی کر سکتے، جو ہوا میں پرواز بھی کر سکتی ہے اور اس پر آپ آرام

---

**پریس ریلیز 7 جنوری 2022ء**

## بھارت میں مسلم خواتین کی بولی لگانا انسانیت کی تذلیل اور حقوقِ نسواں کی بدترین پامالی ہے

### شجاع الدین شیخ

بھارت میں مسلم خواتین کی بولی لگانا انسانیت کی تذلیل اور حقوقِ نسواں کی بدترین پامالی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ جدید دنیا میں ایسی انتہائی رذیل حرکت کی کوئی مثال دیکھنے میں نہیں آئی۔ انسانیت کو شرمسار کردینے والا یہ واقعہ درحقیقت بھارت کو ہندوتوا کی بنیاد پر ایک متشدد ہندو ریاست میں تبدیل کرنے کی کوشش کا منطقی نتیجہ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ حقوقِ نسواں کی عالمی تنظیم کی خاموشی انتہائی شرمناک ہے۔ شاید اس خاموشی کی وجہ یہ ہے کہ یہ اندوہناک واقعہ مغرب کے چہیتے ملک بھارت میں پیش آیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ موم بتی مافیا اُس وقت تو بڑا متحرک ہوجاتا ہے جب پاکستان یا کسی اسلامی ملک میں خدانخواستہ عورتوں سے بدسلوکی کا کوئی معمولی سا واقعہ بھی رپورٹ ہوجائے لیکن یہ مافیا اسلام دشمن ممالک کی اِن غیر انسانی حرکات سے ہمیشہ چشم پوشی کرتا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ بھارت میں پیش آنے والے اِس شرمناک واقعہ پر عالم اسلام کا بھی کوئی ردِّعمل سامنے نہیں آیا اُنھوں نے زور دے کر کہا کہ اگر مسلمان متحد نہ ہوئے تو کشمیر، فلسطین اور بھارت سمیت دنیا بھر میں کہیں بھی مسلمانوں کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں رہ سکے گی۔ مسلمانوں کو اپنی عظمتِ رفتہ کی بحالی اور آخرت میں نجات کے لیے قرآن اور سنت کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر نافذ کرنا ہوگا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

بھی کر سکتے ہیں۔ اس سے جھولوں کا تصور بھی ہمارے ذہن میں آ سکتا ہے مگر جنت کے جھولوں کا تصور کرنا ہماری اس دنیا میں ناممکن ہے۔ حدیث میں آیا:

''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے صالح بندوں کے لیے (جنت میں) وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا گمان ہی گزرا۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا:) اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: (ترجمہ) ''پس کوئی جان یہ نہیں جانتی کہ ان (اہل جنت) کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔'' (متفق علیہ)

قرآن و احادیث میں جنت کی ان چیزوں کا ذکر کر کے ہمیں شوق اور ذوق دلایا گیا ہے جن سے ہم واقف ہیں تاہم جنت کی نعمتوں کا حقیقی تصور ہم اس دنیا میں کر ہی نہیں سکتے۔ ان کا اصل مقام اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ یہاں لفظ عبقری بھی آیا۔ اس کا ایک ترجمہ خوبصورت بھی کیا جاتا ہے۔ جنات اور پریستان کی داستانیں عربوں کے ہاں بھی معروف تھیں۔ عربوں کے ہاں جنات کے دارالسلطنت کو عبقر کہتے تھے۔ یعنی جس کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے، مشاہدے میں وہ نہیں آ سکتا۔ پریستان کے ذکر سے ہمارے ذہن میں پریوں کے حسن و جمال کا تصور آ جاتا ہے مگر ہم اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا عبقری سے مراد ایسی چیز جس کی خوبصورتی اور خوبیوں کا مکمل عکس تصور میں لانا ممکن نہ ہو۔ یہاں عبقری کے ساتھ حسان کا لفظ آیا تو اس سے مُراد یہ ہے کہ جنت کے مکینوں کے تخت، ان کے شاہی خیموں اور بچھونوں اور فرشوں کی نفاست، خوبصورتی اور اعلیٰ معیار کو ہم اپنے تصور میں نہیں لا سکتے۔

ارشاد ہوا:

﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾﴾ ''وہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے سبز مسندوں اور بہت نفیس بچھونوں پر۔''

جنتیوں کی بیٹھکوں کا منظر بھی قرآن بیان کرتا ہے اور وہ اس طرح ہو گا کہ جنتی ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے، پیٹھ نہیں ہو رہی ہو گی جیسے وہ گول دائرے کی شکل بیٹھے ہوں۔ وہاں وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ آج ہم دنیا میں تکیے لگائے بیٹھے ہیں، مطمئن ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں، مسلمان پٹتے ہیں تو پٹتے رہیں۔ جبکہ ہمارا تکیے لگانے اور آرام سے بیٹھنے کا اصل مقام جنت تھا، یہاں اللہ کے دین کے لیے جان و مال اور آرام و سکون کی قربانی دینی ہے۔

ارشاد ہوا:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿٩٩﴾﴾ (الحجر)

''اور اپنے رب کی بندگی میں لگے رہیں یہاں تک کہ یقینی شے وقوع پذیر ہو جائے۔''

یہاں یقینی چیز سے مُراد موت ہے۔

﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾﴾ (آل عمران) ''اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔''

یہاں مرتے دم تک اسلام کی روش پر رہو، محنت کرو، جدوجہد کرو۔ آرام تو جنت میں کرنا ہے۔ ادھر محنت اور مشقت ہے، کل جنت میں آرام ہے۔ وہاں پرسکون ماحول ہو گا۔ وہاں کوئی مشقتیں نہیں ہیں۔ کھانے پینے کے بعد بھی ذکر آ چکا ہے کہ ہلکی سی خوشبو والی ڈکار ہو گی اور سب ہضم ہو جائے گا۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾﴾ ''تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟''

یہ آیت اس سورت میں 31 مرتبہ آئی ہے۔ جب جنات کی وادی میں حضور ﷺ یہ آیت جنات کو سنا رہے تھے تو ہر مرتبہ اس آیت کے جواب میں جنات یہ کلمہ دہراتے تھے۔

(لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا لَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ) ''اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کرتے، تیرے ہی لیے ہیں ساری تعریفیں۔''

ہمیں چاہیے کہ اس آیت کے جواب میں ہم بھی یہی کلمات دہرائیں۔ آگے فرمایا:

﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾﴾

''بہت بابرکت نام ہے تیرے رب کا جو بہت عظمت والا' بہت اکرام والا ہے۔''

یہ لفظ برکت اپنی جگہ بڑا قیمتی لفظ ہے۔ جب ہم سلسلہ وار مطالعہ کرتے ہوئے سورۃ الملک تک پہنچیں گے تو ہم پر ان شاء اللہ واضح ہو جائے گا کہ یہ لفظ کتنا اہم ہے۔ اس لفظ کا محض تعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات سے ہے۔ آج جس چیز کو ہم محسوس نہیں کر پا رہے تو وہ برکت ہے یا جس چیز کو ہم اپنے رزق میں سے، مال میں سے، اولاد میں سے گھروں میں سے، اوقات میں سے اُٹھتا ہوا محسوس کر رہے ہیں وہ برکت ہے۔ ہم جتنا اللہ کے قرب میں ہوں گے، اللہ کی یاد سے جڑے ہوں گے، اللہ کی فرمانبرداری پر ہوں گے، اللہ سے تعلق کی مضبوطی پر ہوں گے اتنا ہی ہمارے مال میں، ہمارے اوقات میں، ہماری صلاحیتوں میں، ہماری جسمانی و روحانی صحت میں برکت آئے گی۔

سادہ ترین اور اعلیٰ ترین مثال یہ ہے کہ اس پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق کی مضبوطی محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوئی اور اس پوری کائنات میں سب سے بڑھ کر برکت اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو عطا فرمائی اور ان کی حیات طیبہ کا ایک بہترین موقع معراج کی شب ہے۔ رات کا قلیل حصہ، چند روایات کے مطابق بستر بھی گرم تھا، کنڈی بھی ہلتی رہی اور کائنات کی سیر اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو کرا دی۔ اس سے بڑھ کر برکت کا کیا تصور ہو گا۔ اس برکت کا براہ راست تعلق اللہ کی ذات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات کا یقین بھی عطا فرمائے، اپنی ذات سے تعلق کی مضبوطی بھی عطا فرمائے اور ہمارے اوقات، رزق، گھروں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

## دعائے مغفرت
اناللہ وانا الیہ راجعون

☆ تنظیم اسلامی شاہدرہ کے دیرینہ رفیق اور سابقہ امیر ملک منیر احمد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن جمال کے ناظم بیت المال سید وصی الحسن کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0333-2722649

☆ تنظیم اسلامی شاہدرہ کے رفیق نثار احمد کے والد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلستان جوہر 1 کے رفیق جناب سید محمد احمد کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0333-2207003

☆ حلقہ کراچی جنوبی، کورنگی غربی کے مبتدی رفیق محمد یونس کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0333-2077200

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

15

## حضورِ رسالت — 9 — (VI)

ہنوز ایں چرخِ نیلی کج خرام است
ہنوز ایں کارواں دور از مقام است
ز کارِ بے نظامِ او چہ گویم
تو می دانی کہ ملت بے امام است

**ترجمہ** ابھی تک آسمان ٹیڑھی چال چل رہا ہے۔ ابھی تک یہ قافلہ (مسلمانوں کا) اپنے اصل مقام سے دور ہے۔

میں اس کی زندگی کے بے ترتیب کام سے متعلق کیا کہوں تو جانتا ہے کہ ملت اسلامیہ کا کوئی رہنما نہیں ہے۔

**تشریح**

اے امت مسلمہ کے میر حجاز ﷺ! جنوبی ایشیا میں آباد اس امت کے غلام حصے کی قسمت میں کب تک غلامی ہے۔ گزشتہ دو صدیوں سے ہر دن ایک نیا ڈراما مسلمانوں کی نسل کشی کا ایک نیا بہانہ اور امت مسلمہ کی اجتماعیت اور عالمگیریت کو ختم کرنے کا نیا منحوس سلسلہ شروع ہوتا ہے ابھی فضاؤں میں دور تک بہتری کے کوئی آثار نہیں ہیں ابھی یہ مسلمان قوم کامیابی و آزادی و سرفرازی کے مقام سے کوسوں دور کھڑی ہے اس مسلمان قوم کی بہتری کے کوئی آثار نظر نہیں آتے کہ انسانوں کے اس مسلمان گروہ میں خودی اور خودشناسی کا احساس پیدا ہی نہیں ہوا آزادی کے لیے تڑپ ہی نہیں اور حد تو یہ ہے کہ اس کا معاملہ بے نظام و بے قیادت ہے کرائے کے کچھ رہنما ہیں جو مسلمانوں کو غلام رہنے پر آمادہ کر رہے ہیں (یاد رہے کہ 1908ء سے 1929ء تک سر آغا خان مسلمان امت کی آزادی کی تحریک کا سربراہ رہا جو عالمی جیوش کانگریس 1897ء میں ہند سے وفد لے کر شریک ہوا بعمر 18 سال ___ یا اسفا) اور مسلمان امت کا یہ حصہ بے امام اور بے قیادت غلامی کے طوفان بدتمیزی میں ہچکولے کھا رہا ہے۔ دشمنوں نے مسلمانوں کو آئندہ بھی غلامی رکھنے کے لیے سوسالہ منصوبے بنا لیے ہیں یہودیوں کے بڑوں کے پرٹوکالز 'سوسالہ منصوبہ' خلافت عثمانیہ کا خاتمہ، ترکی کی محدود آزادی، لوازن کا سوسالہ منصوبہ، حرمین شریفین کا سعودی خاندان کے حوالے کیے جانا سوسالہ منصوبہ۔ کاش اُمت مسلمہ کی بیداری کا بھی کوئی سوسالہ منصوبہ بنتا کہ اس روڈ میپ (ROAD MAP) کے مطابق آگے بڑھ کر پاکستان کو ایک خالص اسلامی ریاست بنا کر عالمی خلافت کے نقطۂ آغاز کا درجہ دیا جاتا۔ ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ کی وفات کے 1430 سال بعد دجال کا ظہور ہوگا ★ تو کیا عجب کہ اب دجال کے ظہور کے عشرہ دو عشرہ بعد (خطبہ الٰہ آباد 1930ء کے سو سال بعد، 1940ء کی قراردادِ پاکستان کی منظوری کے سو سال بعد، یا 14 اگست 1947ء 1366ھ کے سو سال بعد 1466ھ تک) اسلام پاکستان کے بعد عالمی سطح پر ایک مسلم عالمی ریاست کا روپ دھار سکے۔ وماذالك على الله بعزيز

## حضورِ رسالت — 9 — (VII)

نماند آں تاب و تب در خونِ نابش
نروید لالہ از کشتِ خرابش
نیامِ او تہی چوں کیسۂ او
بطاقِ خانۂ ویراں کتابش

**ترجمہ** اس (دورِ حاضر کے مسلمان) کے خون میں پہلے والی طاقت، توانائی اور جذبہ نہیں ہے (اسی لیے) اس کے ویران کھیت میں کوئی گل لالہ نہیں اُگتا۔

اس (آج کے مسلمان) کی نیام اس کی جیب کی طرح خالی ہے (یعنی نہ اس کی جیب میں پیسہ ہے اور نہ اس کی نیام میں تلوار ہے) اس کی کتاب (قرآن) ویران گھر کے طاق میں رکھی ہوئی ہے۔

**تشریح**

اس غلام ابن غلام مسلمان امت کا وہ حصہ جو ہند میں آباد ہے اس کے خالص بنی اسماعیلی خون میں نہ پہلے کسی سی چمک اور خالص پن ہے اور نہ اس کے ہاں کوئی اجتماعی قیادت کے پھول پیدا ہوتے ہیں۔ غلامی نے اس انسانی اجتماعیت کو مفاد پرست اور بانجھ بنا دیا ہے کہ اس کی خراب کھیتی میں پھول پیدا کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ افسوس صد افسوس یہ ہے کہ اس کے پاس نہ جذبہ ہے نہ وسائل ہے نہ قیادت۔ اس کی نیام قیادت کی تلوار سے خالی ہے جیسے اس کی جیب (آسودہ حال طبقہ) مالی وسائل سے محروم ہے۔

مزید برآں نیرنگئ حالات دیکھیے کہ قرآن ___ جو کتابِ انقلاب ہے اور کمزوروں کو حکمران بنا دیتی ہے جو خلافت عطا کرتی ہے اور خلافت و اجتماعیت کے گر سکھاتی ہے وہ کتاب اس امت کے ویران گھر میں طاق پر رکھی ہے اس سے استفادہ نہیں ہو رہا۔ اے میر حجاز ﷺ ذرا نظر کرم ___ یہی درد ہے جس کے درمان کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔

★ ہرمجدون، ایک ہولناک بین الاقوامی جنگ۔ تالیف: شیخ امین محمد جمال الدین۔ اردو ترجمہ: پروفیسر خورشید عالم۔ صفحہ 36

## اگر سعودی عرب ٹیکنالوجی اور علم میں آگے بڑھے تو سر آنکھوں پر لیکن محمد بن سلمان کی پلاننگ سے لگتا ہے کہ وہ سعودی عرب کو تہذیبی طور پر مغرب جیسا بنانا چاہتے ہیں: آصف حمید

## اقوام کی تاریخ کو دیکھیں تو جو قوم بھی نظریہ پر قائم رہتی ہے وہ تادیر اپنا وجود برقرار رکھتی ہے۔ مسلمان اقوام کو اپنے نظریے سے غافل نہیں ہونا چاہیے: رضاء الحق

### سعودی عرب میں تہذیبی تبدیلی کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: ڈاکٹر حبیب اسلم

**سوال:** سعودی عرب میں تبلیغی جماعت پر پابندی لگا دی گئی ہے اس کی کیا وجوہات و عوامل ہیں؟

**آصف حمید:** یہ کوئی تازہ واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ سابقہ واقعات کا ہی تسلسل ہے۔ جب 1979ء میں کچھ شدت پسندوں کی طرف سے بیت اللہ شریف پر حملہ کیا گیا تھا، وہاں باقاعدہ گولیاں چلیں اور ان لوگوں کو مارا گیا۔ اس کے بعد سے وہاں پر اس چیز کو فوکس کر لیا گیا تھا کہ جماعتیں اور وہ چیزیں جو بادشاہت کے لیے خطرناک ہو سکتی ہیں ان پر پابندی لگنی چاہیے۔ چنانچہ اس کے بعد سے وہاں پر اجتماعات اور جماعت بنانے کی اجازت نہیں رہی۔ بالخصوص تبلیغی جماعت کے حوالے سے پہلے سے ان کے احکامات موجود ہیں۔ اب جا کر اس کو دہرایا گیا اور باقاعدہ خطبہ جمعہ میں اس کے بارے میں بیان کیا گیا۔ اس خطبہ کا تجزیہ کریں تو انہوں نے تبلیغی جماعت پر صحیح احادیث سے ناواقفیت کا الزام لگایا ہے اور کہا ہے کہ ان کے عقائد میں خرافات ہیں، جھوٹے واقعات کا ذکر ہے۔ اس حوالے سے شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ کا فتویٰ یہی آیا تھا کہ اس جماعت میں کوئی خیر نہیں ہے، پھر شیخ بن باز کا ذکر کیا گیا۔ وہ ان پر قبر پرستی کی دعوت کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ ایسی دعوت تو ہمیں بظاہر نظر نہیں آتی۔ تبلیغی جماعت پر پابندی کوئی نئی بات نہیں بلکہ وہاں پر تو ویسے ہی اجتماعات پر پابندی ہے، وہاں پر چھ بندے اکٹھے ہو کر کوئی دینی پروگرام نہیں کر سکتے کیونکہ بادشاہت کو ہمیشہ سے یہ خوف رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے خلاف کوئی معاملہ اٹھ کھڑا ہو۔ دوسری طرف اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سرزمین عرب میں بہرحال بہت ساری خیر ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں پر مسلمانوں کے دو مقدس ترین مقامات ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی وہاں پر گزری ہے۔ بادشاہت کی اپنی ایک شان و شوکت ہوتی ہے اور ہمیں بہرحال نظر آتا ہے کہ عرب بادشاہوں کی فضول خرچیوں کی داستانیں پورا مغرب سناتا ہے۔ محمد بن سلمان جب سے مطلق العنان حکمران بنے ہیں انہوں نے ولی عہد ہونے کے ساتھ ساتھ ہر چیز پر کنٹرول حاصل کر لیا اور لگتا ہے کہ شاہ سلمان ریٹائر ہو چکے ہیں اور

**مرتب: محمد رفیق چودھری**

ڈی فیکٹو حکمران محمد بن سلمان بن چکے ہیں۔ ان کی عمر تیس چالیس کے درمیان ہے۔ انہوں نے سعودی عرب کو وہ ویژن دیا ہے جس کے مطابق وہ چاہتے ہیں کہ ہم یورپ سے بھی دس ہاتھ آگے کھڑے ہوں۔ انہوں نے باقاعدہ انٹرویو میں کہا ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں میں چاہتا ہوں کہ میں سعودی عرب کو اس لیول تک لے جاؤں جہاں میں چاہتا ہوں۔ اگر ٹیکنالوجی اور علم کی بنیاد پر انہوں نے یہ بات کی ہوتی تو ان کی بات سر آنکھوں پر ہوتی لیکن پلاننگ سے تو لگ رہا ہے کہ وہ تہذیبی طور پر مغرب والوں جیسا بننا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

”اور (اے نبیؐ! آپ کسی مغالطے میں نہ رہیے) ہرگز راضی نہ ہوں گے آپؐ سے یہودی اور نہ نصرانی جب تک کہ آپؐ پیروی نہ کریں ان کی ملت کی۔“ (البقرہ:120)

ملت اس لائف سٹائل اور تمدن کو کہتے ہیں کہ جس کے مطابق کوئی قوم زندگی گزارتی ہے۔ ہم بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ سعودی عرب میں شرعی سزائیں نافذ ہیں۔ وہاں چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، لوگ نماز کے لیے جاتے ہیں تو دکانیں کھلی چھوڑ کر جاتے ہیں، وہاں امن ہے، جرائم بہت کم ہیں اور حقیقت یہی تھی۔ یعنی اسلام کے قوانین کچھ نہ کچھ نافذ رہے اور ان کی ایک مذہبی شناخت تھی۔ لیکن جب ہم بڑے ہوئے اور ان کے بارے میں پڑھنا شروع کیا تو پتا چلا کہ بادشاہت کو اپنے بہت سے تحفظات ہیں کہ ہمارے اقتدار کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو جائے۔ پھر ان کا شروع سے قریبی تعلق امریکہ کے ساتھ رہا ہے جو آج تک چلتا آ رہا ہے۔ پچاس سال پہلے تو وہ اسرائیل کے دشمن تھے۔ 1967ء کی جنگ میں سعودی عرب نے اپنے بیس ہزار فوجی اسرائیل کے خلاف لڑنے کے لیے بھیجے تھے۔ لیکن اب وہ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کے ساتھ مل کر چلنا ہے شاید اس وجہ سے ہم ترقی کر جائیں۔ چنانچہ اب وہ دینی شعائر کو پیچھے کرتے چلے جا رہے ہیں اور مغربیت اور شیطانیت کے مختلف طور طریقے اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ ہماری مساجد میں کوئی بھی ہمارے خلاف بات نہ کرے اور ہمارے اقدامات کے خلاف کوئی نہ ہو۔ اس لیے انہوں نے تبلیغی جماعت پر پابندی لگائی کہ ایسے لوگ اب سعودی عرب کے معاشرہ پر اثر انداز نہ ہو سکیں۔ محمد بن سلمان کی شخصیت کو اسلام کے ویژن سے ہٹا کر دیکھیں تو لگتا ہے کہ یہ تو ایک سیکولر ترقی پسند شخصیت ہے لیکن ہم اسلام کو وہاں سے الگ نہیں کر سکتے کیونکہ وہاں اسلام کی تاریخ ہے، اسلام کے مقدس مقامات ہیں۔ ہم اس کو ویٹی کن سٹی کی طرح نہیں دیکھ سکتے کہ مقدس مقام کو ایک عجائب گھر کی

طرز پر لیا جائے کہ آؤ وزٹ کرو اور جاؤ۔ باقی ہمیں اپنا کام دین کو الگ رکھ کر کرنے دو، ایسا اسلام کے ساتھ ممکن نہیں ہے۔ دین تو کہتا ہے کہ

''اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔''

(البقرہ:208)

اب پہلی دفعہ سعودی عرب میں کھلے عام اتنی مغربیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ عوام کے اندر تین طرح کے طبقات پہلے سے موجود رہے ہیں:

1۔ وہاں پر بنیاد پرست مذہبی طبقہ بڑی تعداد میں موجود ہے۔ اسی طبقے کی بدولت وہاں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پورا شعبہ چلتا رہا۔ وہاں مُطوّعِین بڑے پاور فل ہوتے تھے، ان سے تو پولیس ڈرتی تھی۔ وہ لوگ دین کو نافذ کروانے والے تھے اور وہ خود بھی اس پر عمل پیرا تھے لیکن محمد بن سلمان نے ان کے اختیارات نہ ہونے کے برابر کر دیے ہیں۔

2۔ دوسرا طبقہ وہ تھا جو دین پر رسماً قائم تھا لیکن ساتھ فسق و فجور میں بھی ملوث رہتا تھا اور سودی کاروبار بھی کرتا تھا۔

3۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جو مذہبی بنیاد پرستی سے تنگ تھا اور وہ امریکہ اور یورپ کو بہت پسند کرتا تھا۔ وہاں کی یوتھ بھی مغربی چکاچوند کی طرف جا رہی ہے۔

آج کل چونکہ میڈیا کا دور ہے لہٰذا نوجوان سوشل میڈیا کو زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس مال زیادہ ہے۔ والدین ان کے کفیل بنے ہوئے ہیں۔ وہ موبائلز میں، ویڈیوز میں اپنا پیسہ ضائع کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ محمد بن سلمان کو ہی پسند کر رہے ہیں۔ لیکن دوسرے دو طبقات پریشان ہیں، بالخصوص بنیاد پرست مسلمان تو بہت پریشان ہیں۔ وہاں کے حکمران چاہتے ہیں کہ امر بالمعروف کرنے والا ہماری مرضی کے مطابق امر بالمعروف کرے اور نہی عن المنکر کے حوالے سے انفرادی سطح پر کام کرے اور اجتماعی لیول پر ہم جو اقدامات کر رہے ہیں اس کے خلاف کوئی بات نہ کرے۔

**سوال:** سعودی عرب میں محمد بن سلمان نے اپنا رخ جدید مغربی تہذیب کی طرف کر دیا ہے اس کے کیا نتائج نکلیں گے؟

**رضاء الحق:** ابھی حال ہی میں جو واقعہ ہوا ہے جس پر مسلمانوں کو بہت زیادہ افسوس ہوا اور جس نے مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر کو جھنجوڑا ہے وہ یہ تھا کہ 16 تا 19 دسمبر 2021ء کو سعودی عرب کے شہر ریاض میں ایک میوزیکل فیسٹیول منعقد کیا گیا جس میں تقریباً ساڑھے سات لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔ ایک میوزیکل شو میں اتنی بڑی تعداد شرکت کرتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ جہالت کے جراثیم عوام میں سرایت کر چکے ہیں۔ جہالتِ جدیدہ یعنی مغربی تہذیب کے جراثیم وہاں کافی عرصے سے پروان چڑھ رہے تھے اور اب ان کو ایک کھلا رستہ مل گیا ہے۔ وہاں کے عوام بالخصوص یوتھ یہ سمجھتی ہے کہ محمد بن سلمان ہمارا نجات دہندہ ہے۔ کچھ تجزیہ نگار یہ بھی کہتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ مادر پدر آزادی کا خواہشمند ہے۔ محمد بن سلمان نے اپریل 2021ء میں ایک انٹرویو میں جو باتیں کیں ان سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں۔

> جب حضرت مہدی کا ظہور ہوگا تو عرب میں خانہ جنگی کی کیفیت ہوگی اور اس خانہ جنگی کی بنیاد محمد بن سلمان نے مغرب نوازی کی بدولت رکھ دی ہے۔

1۔ ان کے ویژن 2030ء کا تجزیہ کریں تو اس میں معاشی ترقی بھی شامل ہے لیکن اس سے بڑھ کر اس میں لبرل ازم اور ماڈرنزم صاف دکھائی دیتا ہے۔

2۔ وہ عورتوں کے ان حقوق کی بات کرتے ہیں جو مغرب چاہتا ہے۔ جو اسلام میں عورتوں کے حقوق ہیں ان کی وہ بات نہیں کرتے۔ ڈھائی سال پہلے ٹرمپ کے دورِ حکومت میں امریکی نائب صدر مائیک پنس نے بیان دیا کہ سعودی عرب کا تعلیمی نظام اب واشنگٹن سے بن کے آیا کرے گا۔ 1942ء میں جب مملکۃ السعودیہ العربیہ وجود میں آئی اس کے بعد صاف دکھائی دیتا تھا کہ ریاست کے انتظامی امور آلِ سعود کے پاس ہوتے تھے جبکہ مذہبی، تعلیمی اور عدالت کے معاملات آلِ شیخ کے پاس ہوتے تھے۔ لیکن اب محمد بن سلمان نے آکر مذہبی معاملات کو بھی اپنے کنٹرول میں لینا شروع کر دیا ہے۔ جس کے بعد وہاں تین قسم کی تبدیلیاں نمایاں ہو کر سامنے آنا شروع ہوگئی ہیں۔

1۔ عرب نوجوانوں کا ذہن بدل گیا ہے اور وہ مغربیت کی طرف چلا گیا ہے۔

2۔ نئی نسل کے حکمرانوں کی پرورش اس ماحول میں ہوئی ہے کہ وہ مغربیت سے مرعوب ہیں اور مغرب کے طریقے کو اپنے اندر ڈھال چکے ہیں کیونکہ اس میں ہر قسم کی آزادی ہے۔

3۔ آخری بات یہ ہے کہ جس قوم کے اندر دولت کی ریل پیل آجائے وہ پھر اخلاقی تنزلی کا شکار ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ عرب میں جب پیٹروڈالرز ملنا شروع ہوا تو پھر وہاں مذہب کی طرف رجحان کم ہونا شروع ہو گیا۔

ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھیں تو ہمیں محمد بن سلمان کی پالیسیوں میں کوئی خیر نظر نہیں آ رہی۔

**آصف حمید:** اس کا بالآخر انجام وہی ہوگا جو حدیث میں لکھا ہے کہ جب حضرت مہدی کا ظہور ہوگا تو عرب میں خانہ جنگی کی کیفیت ہوگی۔ محمد بن سلمان نے اپنے اقدامات سے دو طرح کے دشمن پیدا کر لیے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اس کے اپنے کزنز ہیں، جن کو آتے ہی اس نے قید کر دیا، بالخصوص شہزادہ نائف کو بھی اس وقت تک قید کیے رکھا جب تک اس نے مکمل ساتھ نہ دے دیا۔ سعودی شہزادے اب محمد بن سلمان کے لیے پہلا خطرہ ہیں۔ دوسرا دشمن دیندار طبقہ ہے۔ احادیث کو سامنے رکھیں تو ہمیں اس طرف حالات بڑھتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ محمد بن سلمان طاقت کے زور پر سب کو دبانا چاہتے ہیں۔ اگر احادیث ہمارے سامنے موجود نہ ہوتیں تو ہم سمجھتے کہ شاید یہ کامیاب ہو جائیں گے لیکن احادیث موجود ہیں جو برحق ہیں اور لگتا ہے کہ محمد بن سلمان نے جو تفریق اور تقسیم ڈالی ہے یہ گہری سے گہری ہوتی چلی جائے گی اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ آپس میں نبرد آزما ہو جائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو کام دین کے خلاف ہو رہا ہو چاہے وہ کہیں پر بھی ہو رہا ہو وہ شیطان کا کام ہے۔ اس وقت جو چیزیں ہمیں نظر آ رہی ہیں بالآخر یہی چیزیں دجالیت کی طرف لے جائیں گی۔ دجال کے لیے پوری دنیا کا سٹیج سیٹ ہو چکا ہے اور مغرب کی پوری کوشش یہی ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ نائن الیون کے بعد کس طریقے سے اور کتنی سپیڈ سے اسرائیل ایک دم اوپر آ گیا کہ ساری دنیا اس کے سامنے سرنگوں ہوئے بیٹھی ہے۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ دجال مدینہ کے دروازے تک آ جائے گا لیکن مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ اس کی حفاظت فرشتے کر رہے ہوں گے۔ موجودہ سعودی حکمران اپنے اقدامات سے دجالیت کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں۔

**سوال:** عالمی سطح پر بھی ایک تقسیم ہو رہی ہے ایک طرف امریکہ اور اسرائیل کا گروپ تیار ہو رہا ہے جس کی طرف سعودی عرب کا جھکاؤ بھی ہے۔ دوسری طرف چین، روس اور پاکستان کا گروپ ہے۔ سعودی عرب اس میں بھی اپنا حصہ ڈال رہا ہے۔ بظاہر تضاد پر مبنی یہ حالات آپ کے خیال میں کس طرف جا رہے ہیں؟

**رضاء الحق:** اقوام کی تاریخ دیکھیں تو جو قوم بھی اپنے نظریے پر قائم رہتی ہے وہ دیر تک اپنا وجود برقرار رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر جب ریاست مدینہ قائم ہوئی تھی تو اس کے بعد خلافت راشدہ کا گولڈن دور تھا اور پھر ملوکیت بھی شروع ہوئی لیکن پھر بھی انہی عربوں نے پوری دنیا پر اپنا سکہ جمائے رکھا۔ ماضی قریب میں مغرب کا کالونیل ازم کا نظام نظریے کی بنیاد پر تھا جس کو انہوں نے بڑی دیر تک چلایا۔ اسی طرح کمیونزم کا نظام بھی 80 سال تک چلتا رہا۔ سعودی عرب کا معاملہ یہ ہے کہ انہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ یعنی وہ اپنی خودی سے غافل ہو گئے ہیں۔ ان کی پرانی تاریخ امریکہ کے کیمپ میں رہ کر گزری ہے اور امریکہ سے جو بھی انہوں نے فوائد لینے تھے وہ لیے۔ عالمی حالات کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو پہلی بات یہ ہے کہ امریکہ سول سپریم پاور نہیں رہا۔ اس کے مقابلے میں چین اور روس بھی سپر پاور کے طور پر سامنے آچکے ہیں۔ پھر کسی زمانے میں سعودی عرب کا مسلم دنیا پر ہولڈ تھا وہ بھی کمزور ہو چکا ہے۔ اب ایک طرف ترکی بھی کھڑا ہے، ایران بھی کھڑا ہے۔ پھر نائن الیون کے بعد امریکہ کا رویہ بالکل مختلف ہو گیا۔ وہ بیک وقت جس کے ساتھ ہوتا ہے اسی کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ سعودی عرب کو سمجھ نہیں آ رہا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ چنانچہ وہ کئی معاملات میں امریکہ کی ڈکٹیشن پر چلنے کی کوشش کرتا ہے لیکن کئی معاملات میں محسوس کرتا ہے کہ میرے لیے اس میں نقصان ہے تو وہ پھر بھی مسلم ممالک کے ساتھ چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ مستقبل میں اسرائیل میرے لیے خطرہ ہو گا لیکن اقتدار کی مجبوری ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ امریکہ مجھ سے خوش نہیں ہو گا تو میرا اقتدار ختم ہو سکتا ہے۔ ٹرمپ کہا کرتا تھا کہ اگر میں اپنی آشیرباد واپس لے لوں تو سعودی حکمران دو ہفتے اپنی حکومت نہیں چلا سکیں گے۔ بہرحال اس وقت ان کے لیے زیادہ اہم اقتدار ہے اور یہ ایسی شے ہے کہ انسان ہوا میں معلق ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر پوری دنیا کا پریشر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کبھی وہ پاکستان کو منع کرتا ہے کہ ملائیشیا میں نہ جاؤ اور کبھی پاکستان کے ساتھ مل کر افغانستان کا مسئلہ حل کرتا ہے۔ اسی کے ذیل میں پھر کانسپیریسی تھیوریز جنم لیتی ہیں کیونکہ اس کو کسی پر اعتماد ہی نہیں ہوتا۔

**آصف حمید:** ان کی بے چارگی کا یہ عالم ہے کہ گریٹر اسرائیل کا نقشہ گوگل پر موجود ہے جس کے اندر آدھا سعودی عرب بھی دکھایا گیا ہے اور سعودی حکمران جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر پا رہے۔ سعودی عرب نے کبھی بھی امریکہ اور مغرب کے خلاف کچھ نہیں کہا البتہ ان کی طبع آزمائی مسلمانوں کے خلاف ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک اصل ترجیح اپنی بادشاہت ہے، اس کے تحفظ کی گارنٹی امریکہ کرتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ پاکستان بھی مقدس مقامات کی خاطر یہ کام کرے۔ لیکن اس وقت ان کے اپنے لوگ آپس میں الجھے ہوئے ہیں، ان میں بہت زیادہ تفریق ہے۔ اس لیے امریکہ ان پر بہت زیادہ اعتماد نہیں کر پا رہا۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ کس حد تک امریکہ کو راضی رکھ سکیں گے۔ تیل کے ذخائر سعودی عرب کے پاس ہیں اور اس کے علاوہ بھی اس کے پاس دولت ہے اور امریکہ کے ساتھ مل کر وہ سب کچھ کر رہا ہے اور پتا نہیں چل رہا کہ وہ کس کے ساتھ مخلص ہے۔

**سوال:** مستقبل میں سعودی عرب کو کیا حکمت عملی اپنانی چاہیے؟

**آصف حمید:** قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے کو برابر کر دیا ہے اُس شخص (کے اعمال) کے جو ایمان لایا اللہ پر اور یوم آخرت پر اور اس نے جہاد کیا اللہ کی راہ میں؟ یہ برابر نہیں ہو سکتے اللہ کے نزدیک۔ اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اُن کا بہت عظیم رتبہ ہے اللہ کے نزدیک۔''
(التوبہ: 19،20)

سعودی عرب کے حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ یہ طے کر لیں کہ جتنی بھی ترقی کرنی ہے بحیثیت امت مسلمہ کے ایک حصے کے حدود کے اندر رہتے ہوئے کریں۔ اگر ان کو زمین پر کافی عرصے سے تمکن عطا ہوا ہے تو وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کو نافذ کریں، دین کی تعلیمات کو عام کریں لیکن دنیوی تعلیمات پر کوئی پابندی بھی نہ لگائیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک عجیب پابندی لگائی کہ خواتین ڈرائیونگ نہیں کر سکتیں۔ حالانکہ یہ ایک غیر منطقی بات تھی۔ ان کو چاہیے کہ وہ دین کی حکمت کو سمجھیں اور اس بات کو یارڈ سٹک بنائیں کہ کوئی بھی اقدام جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف لے جا رہا ہے تو وہ نہ کریں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا:

''اور اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک بستی کی جو بالکل امن واطمینان کی حالت میں تھی' آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بافراغت ہر طرف سے، تو اُس نے ناشکری کی اللہ کی نعمتوں کی' تو اسے چکھا (پہنا) دیا اللہ نے لباس بھوک اور خوف کا' اُن کے کرتوتوں کی پاداش میں۔'' (النحل: 112)

سعودی عرب پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک مقدس ترین جگہ ہے اور انہیں یہ تقدس تیل نے نہیں دیا بلکہ حرمین نے دیا ہے۔ وہاں کی زمین پر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا خون گرا، آپ ﷺ وہاں مدفون ہیں۔ اس سے زیادہ بابرکت جگہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ جس بنیاد پر ان کو تقدس ملا اگر اس تقدس کی بنیاد کو وہ کھو دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے اقتدار کھینچ لے گا۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ شاید مغربی کلچر کو اختیار کرنے سے ہم ترقی کر جائیں گے۔ حالانکہ ایسی بات نہیں۔ ہمارا دین علم کی فضیلت کو بھی بیان کرتا ہے لیکن شریعت کے احکامات کو بھی بیان کرتا ہے۔ شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے وہ جتنی چاہیں ترقی کریں۔ پھر بادشاہت کے ساتھ جو ظلم وستم نتھی ہوتا ہے وہ اپنی جگہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ شریعت کی رو سے اس پر نظر رکھیں کہ کہیں ہم ظلم وستم کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔ وہ ظلم بھی ایک ردعمل پیدا کرتا ہے۔ اگر ردعمل ہو گا تو اس کے نتائج کا فائدہ اغیار کو ہو گا اور اسرائیل کو، ابلیسیت کو یہاں اور زیادہ کھل کھیلنے کا موقع ملے گا۔ کہتے ہیں: الدین النصیحۃ۔ دین تو نام ہی خیر خواہی کا ہے۔ خیر خواہی کے تقاضے کے تحت ہی ہم یہ بات کرتے ہیں کہ سعودی حکمران خرافات کو چھوڑیں، اس جگہ کے تقدس کا لحاظ کریں اور اس کے اندر رہتے ہوئے ترقی ضرور کریں۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

# حضرت رُبَیِّع بنت مُعوّذ رضی اللہ عنہا (50)

فرید اللہ مروت

جن خوش قسمت اور حوصلہ مند خواتین نے شجرِ اسلام کی آبیاری کے لیے بے مثال قربانیاں پیش کیں، مَصائب برداشت کیے، مشکل حالات میں بھی ثابت قدَمی کا مُظاہرہ کیا، ان بلند ہمت خواتین میں ایک حضرت رُبَیِّع رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔

## نام ونسب:

حضرت رُبَیِّع بنتِ مُعَوَّذ کا شمار جلیل القدر انصاری صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے معزز ترین خاندان بنونجار سے تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

رُبَیِّع بنتِ مُعَوَّذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار

ماں کا نام اُمِ یزید بنتِ قیس تھا، وہ بھی بنونجار سے تھیں۔

حضرت رُبَیِّع کے والد اور چچے سب اپنی والدہ عفراءؓ (حضرت رُبَیِّع کی دادی) کی اولاد مشہور تھے۔ ان سب کو (یعنی مُعَوِّذؓ، معاذؓ اور عوفؓ کو) پسران حارث کے بجائے ابنائے عفراءؓ کہا جاتا تھا۔

آپؓ کے والد حضرت سیّدُنا مُعَوَّذ رضی اللہ عنہ وہ بدری صحابی ہیں جنہوں نے دشمنِ اسلام ابوجہل کو جہنم واصل کرنے میں حصّہ لیا نیز غزوۂ بدر ہی میں جام شہادت نوش کیا۔ (سیر اعلام النبلاء، 359/2)

## رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والا خاندان

حضرت رُبَیِّع کے والد حضرت مُعَوِّذ سرورِ کائنات ﷺ سے بہت محبت رکھتے تھے اور ان کے دونوں بھائیوں معاذؓ اور عوفؓ کی بھی یہی کیفیت تھی۔ 2 ہجری میں بدر کے میدان میں حق و باطل کا پہلا معرکہ برپا ہوا اور قریش کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے میدان میں نکل کر مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارا تو سب سے پہلے یہی تینوں بھائی مُعَوِّذ، معاذؓ اور عوفؓ ان کے مقابلے کے لیے آگے بڑھے لیکن قریش نے ان سے لڑنا پسند نہ کیا اور پکار کر کہا کہ ”محمد ﷺ! ہمارے مقابلے پر ہماری قوم اور کفو کے آدمی بھیجو۔“ چنانچہ حضور ﷺ کے حکم پر یہ تینوں جانباز واپس اپنی صفوں میں آگئے اور حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم ان کے مقابل ہوئے۔ اس مقابلے میں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ شیبہ کے ہاتھ سے شدید زخمی ہوئے تاہم حضرت حمزہ اور حضرت علی کَرَّم اللہ وَجْہَہٗ رضی اللہ عنہما نے قریش کے تینوں جنگجوؤں کو جہنم واصل کر دیا۔

اب عام جنگ شروع ہوگئی۔ حضرت معاذؓ اور مُعَوِّذ نے ابوجہل کی فتنہ پردازیوں اور اسلام دشمنی کا چرچا سن رکھا تھا اور ان کی دلی آرزو تھی کہ کسی طرح یہ دشمن خدا ان کو نظر آجائے تو اس کو ٹھکانے لگا دیں۔ چنانچہ وہ معرکۂ کارزار میں برابر اس کی تلاش میں رہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں میدان جنگ میں کھڑا تھا کہ یکا یک دو انصاری جوان میرے دائیں بائیں آکر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک نوجوان نے مجھ سے پوچھا: ”چچا! ابوجہل کہاں ہے۔“ میں نے کہا: ”برادرزادے! اس سے تمہیں کیا کام ہے؟“ بولا: ”میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، خدا کی قسم وہ مجھے مل جائے تو اس کو مار کر رہوں گا یا اسی کوشش میں اپنی جان قربان کر دوں گا۔“ دوسرے نوجوان نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی۔ مجھے ان جوانوں کے جذبۂ فدویت پر بڑی حیرت ہوئی۔ میں نے ان کو اشارہ کر کے بتایا کہ وہ سامنے ابوجہل صفوفِ جنگ میں چکر لگا رہا ہے، وہ دونوں باز کی طرح اس پر جھپٹے اور آناً فاناً اس کو خاک وخون میں لوٹا دیا۔ اس کے بعد دونوں بھائی رحمتِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابوجہل کے مارے جانے کی اطلاع دی۔ آپؐ نے پوچھا: ”کس نے مارا ہے؟“ دونوں نے عرض کیا: ”ہم نے“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اپنی تلواریں دکھاؤ“ دونوں نے اپنی تلواریں پیش کیں تو ان میں خون کا اثر موجود تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔“

حضرت مُعَوَّذ نے ابومسافع نامی ایک مشرک کے ہاتھ سے اسی غزوہ میں جام شہادت نوش کیا اور حضرت معاذؓ شدید زخمی ہو کر میدانِ جنگ سے واپس آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ عکرمہ بن ابوجہل نے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے ان پر حملہ کیا اور ان کا ایک بازو کاٹ ڈالا۔ اس کے باوجود انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ عکرّمہ کو بھگا دیا۔

## تقریبِ نکاح

حضرت رُبَیِّع رضی اللہ عنہا کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ کی شادی کی تقریب میں خاتَم الانبیاء، محبوبِ خدا ﷺ خود تشریف لائے۔ (الاستیعاب، 396/4) آپ کا نکاح غزوۂ بدر کے کچھ عرصہ بعد جلیلُ القدر بدری صحابی حضرت سیّدُنا اِیاس بن بُکَیر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے آپ کا ایک بیٹا ہوا جس کا نام محمد بن اِیاس ہے۔ (طبقات ابنِ سعد، 329/8)

## بیعتِ رضوان کی سعادت

جن خوش نصیبوں نے بیعتِ رضوان کی سعادت پائی اور زبانِ رسالت ﷺ سے جہنم سے آزادی کی بشارت پائی۔ ان میں آپ رضی اللہ عنہا کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے۔ (مسند احمد، 123/5)

## مجاہدین کی خدمت

آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کئی غزوات میں شرکت کی، آپ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ ہم رسولُ اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوات میں مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کے علاج مُعالَجے کی خدمات سرانجام دیتے۔ (بخاری، 276/2)

## حضور ﷺ سے عقیدت

حضرت رُبَیِّع رضی اللہ عنہا کو سرورِ دو عالم ﷺ سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ حضور ﷺ کبھی کبھی ان کے گھر جا کر ان کی عزت افزائی فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار آپؓ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کچھ ہدیہ بھیجا تو آپؐ نے اسے قبول فرمایا اور بدلے میں آپؓ کو مٹھی بھر سونا عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس کا زیور بنوالینا۔ (الاستیعاب، 396/4)

## غیور اور خوددار خاتون

حضرت رُبَیِّع بڑی غیور اور خوددار تھیں۔ حافظ ابن

عبد البرؒ نے ''اَلْاِ ستیعاب'' میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک قریشی عورت اسماء بنتِ مخربہ جو عطر بیچا کرتی تھی، اپنا عطر فروخت کرنے حضرت رُبَیِّع رضی اللہ عنہا کے گھر آئی اور ان سے ان کے خاندانی حالات پوچھنے لگی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ رُبَیِّعؓ کے والد نے ابوجہل کو قتل کیا تھا تو اس کی خاندانی عصبیت عود کر آئی اور بولی: ''تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو۔'' حضرت رُبَیِّع رضی اللہ عنہا کو دشمنِ اسلام ابوجہل کے لیے سردار کا لفظ سن کر بہت غصہ آیا۔ فرمایا: ''میں تو غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔'' اسماء کو ابوجہل کی یہ تحقیر ناگوار گزری، بولی: ''مجھ کو تمہارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے۔'' حضرت رُبَیِّع رضی اللہ عنہا نے بھی برجستہ جواب دیا: ''مجھ کو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے۔ میں تمہارے عطر کو گندگی سمجھتی ہوں۔''

## نعتِ رسولِ پاک کا دلنشین انداز

ایک بار آپؓ سے کسی نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف بیان کیجیے تو آپؓ نے نہایت خوبصورت انداز میں حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نقشہ یوں کھینچا: لَوْ رَاَیْتَهٗ لَرَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً ''اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرتے تو گویا طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھتے۔'' (الاصابۃ، 7/133)

## مرویاتِ احادیث

حضرت رُبَیِّع سے 21 احادیث مروی ہیں۔ ان کے راویوں میں حضرت سلیمانؒ بن یسار، حضرت نافعؒ، حضرت خالد بن ذکوانؒ، حضرت عائشہ بنتِ انسؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن محمدؒ بن عمارؓ بن یاسرؓ جیسی عظیم المرتبت شخصیتیں شامل ہیں۔

مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جو آسمانِ علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب تھے، حضرت رُبَیِّع سے مسائل پوچھتے تھے۔ اس سے ان کی علمی حیثیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

## وصالِ مبارک

آپؓ کا وصالِ مبارک عبدالملک کے دورِ حکومت میں ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء، 3/198) ایک قول کے مطابق آپ حضرت سیّدُنا امیرِ مُعاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت تک زندہ رہیں۔ (اعلام للزرکلی، 3/15)

اللہ پاک کی ان پر رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ ہماری مسلمان ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، کو صحابیات رضی اللہ عنہن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

❁❁❁

## کارِ تریاقی

# ......رقم کرتے رہیں گے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دنیا میں 780 ملین (78 کروڑ) انسان شدید ترین غربت کا شکار ہیں۔ اس کا لقمہ زیادہ تر عورتیں، بچے اور نوجوان بنتے ہیں۔ ایک کروڑ چالیس لاکھ بچے شدید بھوک اور کم خوراکی کا شکار ہیں جن میں سے ہر سال 20 لاکھ بھوک کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ تاہم دنیا برق رفتار ترقی کی منزلیں طے کیے چلی جا رہی ہے بھلے یہ بھوکے پکارتے رہ جائیں: ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں!

دھماکا خیز ترقی کی تازہ ترین خبر یہ ہے کہ صدی کا سب سے بڑا سائنسی منصوبہ، تاریخ کی طاقتور ترین خلائی دوربین مشن پر روانہ کر کے شروع ہو گیا۔ 3 دہائی اور 10 ارب ڈالر کے اخراجات سے، یورپ، امریکا، کینیڈا کا یہ مشترک منصوبہ خلاء میں ان ستاروں کو ڈھونڈے گا جو ساڑھے 13 ارب سال پہلے کائنات میں سب سے پہلے روشن ہوئے...... یعنی ''ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا''...... جو شعر میں اقبال نے پرویا تھا، آج بھی ستارے ہی ڈھونڈتا پھر رہا ہے! اور ہمارے والوں کو انہوں نے فلمی ستارے ڈھونڈنے، ورنہ خود ستارے بن کھڑے ہونے پر مامور کر رکھا ہے اور اسی کو ترقی کا نام دیتے ہیں۔ یہ تو یونہی جملۂ معترضہ آن ٹپکا۔ اصلاً تو یہ اڑان ابتدائے کائنات کا راز جاننے کے لیے بھری گئی ہے۔ اس میں ساڑھے 6 میٹر قطر کا آئینہ نصب ہے۔ دیکھیے انہیں اس میں کیا کیا نظر آتا ہے۔ اس سے پہلے ہبل ٹیلی اسکوپ کو ناسا نے خلاء میں بھیجا تھا۔ (ہبل قریش مکہ کا بڑا بت بھی تو تھا!) یہ دوربین ماضی میں جھانک کر ابتدائے کائنات کی اوّلین کہکشاں کو دیکھ سکے گی۔ تاہم اس خبر کے حوالے سے ہم آئینہ دکھائیں تو برا مان جائیں گے۔

یورپ، امریکا، کینیڈا کی سائنس افغانستان کے پہاڑوں سے سر پھوڑ چکی، ناکام مشن سے جو بچے تھے سنگ سمیٹ کر لوٹے۔ دھیان بٹانے، دل بہلانے کو خلاء میں ابتدائے کائنات کے راز جاننے میں جو 10 ارب ڈالر پھونک ڈالے، افغانوں کا کم و بیش اتنا ہی پیسہ دبائے بیٹھے ہیں، انہیں لوٹا دیں۔ اس کے بدلے زمین پر بیٹھے بیٹھے طالبان آپ کو ابتدائے کائنات کا راز اور ستاروں کی خبر دے دیں گے کہ وہ ہیں محرمِ رازِ درون مے خانہ! دن میں تارے تو وہ دکھا ہی چکے ہیں۔ دور کیا جانا اسے تو ان کے اپنے نوبل انعام یافتگان جارج والڈ (م۔ 1997ء) اور آئن اسٹائن (م۔ 1955ء) بیان کر چکے۔ سائنسی مخمصوں سے ماوراء وہ ساری تھیوریاں رد کر کے دونوں ہی کہتے ہیں کہ کائنات اور زندگی کا آغاز مافوق الفطرت طریقے سے خدا کے تخلیقی عمل سے ہوا۔ دونوں ہی کھلا اقرار کرتے ہیں کہ اس کے باوجود ہم کیونکہ خدا پر ایمان نہیں لانا چاہتے، اس لیے اسے قبول نہیں کریں گے (شواہد کی موجودی کے باوجود) انہی سے اللہ سوال کرتا ہے: ''کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے ہوتے اور ان کے کان سننے والے ہوتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' (الحج: 46) ستم ظریفی یہ ہے کہ جارج والڈ کو نوبل انعام آنکھ کی بینائی کی اہم تحقیق پر ملا تھا۔

خوردبینوں سے کورونا دیکھ لیا اور اس بے وجود جرثومے کی کارفرمائی سے پوری دنیا زیر و زبر ہوتی دیکھ لی دو سالوں میں۔ ہوش کے ناخن نہ لیے۔ اتنی ہی غیر متوقع، غیر مرئی طالبان کی قوت ثابت ہوئی جس نے سارے اندازے، تخمینے، حقائق کے پانسے پلٹ کر رکھ دیے مگر وہی میں نہ مانوں کی رٹ! دوربین والوں کی نزدیک کی نظر کمزور ہے! عبرت کی نگاہ سے محروم ہیں۔ ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی! نفس پرستی اور ہوس پرستی کے ہاتھوں گھپ اندھیروں میں اتر چکے۔ نور السمٰوٰت والارض کا انکار کر کے وہ ایسے ہو گئے: ''اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے، اس پر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل، تاریکی پر تاریکی مسلّط ہے۔ آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے۔ جسے اللہ نور نہ بخشے اس کے لیے پھر کوئی نور نہیں۔'' (النور: 40) یہی وجہ ہے (یہ اپنے ہاتھوں آئن اسٹائن اور جارج والڈ کی طرح اپنی روشنیاں خود گل کر چکے) کہ ساری دنیا کے علوم و فنون کے تہلکے مچا کر بھی، ہر شعبے میں مہارتوں کے جھنڈے گاڑ کر بھی سادہ لوح نہتے افغانوں کے ہاتھوں امریکی، یورپی سارے جھنڈے لپیٹ کر شکست خوردہ نکلنے پر مجبور ہوئے۔ معرفتِ حق سے بہرہ مند طالب نے امریکی

سفارت خانے پر کلمہ طیبہ کا جھنڈا لہرا دیا۔ امریکی ہیلی کاپٹر عملے اور سفیر لیے اڑنے پر مجبور ٹھہرا۔ باقی رہے نام اللہ کا! 20 سالہ ٹیکنالوجی میں کام صرف ہیلی کاپٹر اور C-17 جہاز آیا جس سے یہ بھاگ لیے!

یہ خلائی مشن علمِ غیر نافع ہے جو برسرِ زمین اربوں ڈالر سے زیادہ قیمتی جانوں کی بنیادی انسانی ضروریات سے منہ موڑ کر فرنچ گیانا سے اڑان بھرے۔ فرنچ گیانا پر فرانس قابض ہے۔ وہ باقی کرۂ ارض پر مغربی طاقتوں کے مقبوضات میں سے ایک ہے۔ وہاں کے باشندے 2017ء سے فرانس کے خلاف شدید مظاہرے کرتے آ رہے ہیں، معاشی ابتری اور جرائم کے ستائے ہوئے۔ ان کا منہ چڑاتے یہ خلا میں ستارے ڈھونڈنے چل دیے۔ یاد رہے کہ 1939-1852ء تک فرانس نے 70 ہزار سے زیادہ مجرم (اپنے ملک کو صاف رکھنے کی خاطر) فرنچ گیانا لے جا کر آباد کر دیے! مغرب کی اسی خلائی ترقی پر حسرتوں سے مر مر جانے والے سیکولر حضرات وخواتین ہم جیسے (ان کے مطابق) ”ترقی دشمنوں“ کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ ان کی مثال دیکھیے: ”ایک شخص ایک بزرگ عالم دین کے پاس پہنچا اور انہیں صحیح بخاری پڑھاتے دیکھا تو بولا: اہل مغرب چاند تک پہنچ گئے اور آپ بیٹھے بخاری کا درس دے رہے ہیں۔ عالم دین نے جواب دیا: اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ وہ مخلوق تک پہنچے اور ہم خالق تک پہنچنا چاہتے ہیں، لیکن تم یہ نہیں جانتے کہ ہمارے اور اہل مغرب کے درمیان تم ہی اکیلے مفلس اور نکمے ہو، نہ تو ان کے ساتھ چاند پر پہنچ سکے اور نہ ہی ہمارے ساتھ بخاری پڑھ سکے۔“ اب تو برسرِ زمین ہم بخاری پڑھنے والوں کو چاند پر جا چڑھنے والوں کا بھوسا نکالتے دیکھ چکے ہیں۔

ہمارے وزیر اطلاعات اب بھی سینہ کوبی اور واویلا کر رہے ہیں۔ پکڑو، روکو! طالبان عورتوں کی آزادی سلب کر کے انہیں کپڑوں پر کپڑے اوڑھائے جا رہے ہیں۔ اس پر کہتے ہیں (طالبان کے تازہ ترین احکام سے) ”پاکستان خطرات میں گھر گیا ہے۔“ وجوہات ملاحظہ ہوں: افغان عورت اکیلی سفر نہیں کرے گی مردِ محرم درکار ہوگا! ڈرامے اور اوپرا نہیں ہوگا۔ یہ اردو کا اوپرا نہیں، انگریزی کا سوپ اوپرا (Soap Opera) یعنی صابن سے دھلا دھلایا رقص ہے جو پابندی کا شکار ہوگیا۔ نیز (خطرہ یہ بھی کہ) ٹی وی پر صحافی خواتین کو حجاب پہننے کو کہہ دیا گیا ہے۔ وزیر صاحب سے کوئی پوچھے کہ پاکستان کی عورت پر تو سبھی راہیں کشادہ ہیں آپ کو کیا غم ہے؟ ترقی کا عالم یہ ہے کہ ہفتہ بھر میڈیا پر (سیاسی گھرانے کی) شادی کے سارے منظر سبھی کے لیے سامنے تھے۔ علاوہ ازیں ہمارے تمام بڑے شہروں میں بھرپور موسیقی میلے، فیشن شوز، رقص وسرود بھرے اکٹھ جاری وساری رہتے ہیں۔ ملک کا منظر نامہ علم وتعلم، فکر ونظر کی آبیاری، سنجیدگی وبردباری سے کلیتاً عاری ہے۔ قومی شناخت پر حیا سوز انتہاپسندی اور اخلاقی گراوٹ کے دہشت گردانہ حملے سے مشابہ ہے پورا ماحول۔ ہمہ وقت اقلیتوں کے حقوق کی آڑ میں غیر مسلم تہوار منانے کا سرکاری سطح پر اہتمام جاری رہتا ہے۔ اسرائیل میں کرسمس نہ منانے کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ چونکہ عیسائی آبادی صرف 2.5 فیصد ہے اس لیے اس کا اہتمام نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی چھٹی دی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں کرسمس سرکاری سطح پر جس حد تک منایا گیا ہے (باوجودیکہ ان کی آبادی صرف 1.27 فیصد ہے) یہاں عید کا گمان ہو رہا تھا۔ ان کے جان ومال کا تحفظ ریاست کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ مگر پورے ملک کا اپنی شناخت بھلا کر (عیاذاً باللہ) عیسائیوں کو خدا کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی مبارک باد، سڑکوں، بازاروں پر کرسمس ٹری اور سجاوٹیں، کراچی ایئرپورٹ پر کرسمس کے مذہبی گیت بجانا؟ اسے قومی تہوار کی شکل دے کر قومی ایئرلائن میں ’سینٹا کلاز‘ کا تحائف بانٹنا؟ مسافروں کو کھانے پینے تک کی سہولیات سے جان چھڑانے والی پی آئی اے نے یکایک حاتم طائی کی قبر پر لات مار دی؟ مغربی دنیا تو یوں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقدس کو بھلا کر، کرسمس اور نیا سال رقص وسرود، شراب لنڈھاتے تعلیماتِ مسیح ؑ کے پرزے اڑا کر یہ شب وروز مناتے ہیں۔ ہم اپنی معاشی بدحالی، سیاسی ابتری، تعلیمی انتشار وزوال سے بےغم روشن خیالی کے نام پر پھیلائے فلسفوں کی آڑ میں ہاؤ ہو میں وقت اور صلاحیتیں تباہ کر رہے ہیں۔

ایسے حالات میں وزیراعظم صاحب نے جنگلی حیات کے تحفظ اور برفانی چیتوں کی افزائش نسل پر اپنی حکومت کو زبردست دادِ تحسین فرمائی ہے! بلاشبہ ملک میں چیتے ہی چیتے ہیں خان صاحب کے۔ کراچی میں کیک پر کرسمس کی مبارک باد (ایمانی وجوہات مذکورہ کی بنا پر) لکھنے سے انکار کرنے والوں پر یہ چیتے سوشل میڈیا پر چڑھ دوڑے! شہری حیات کے تحفظ کی طرف دیکھیے کب لوٹتے ہیں۔ تاہم تاحکمِ ثانی آپ نے گھبرانا نہیں ہے!

ہم پرورشِ لوح وقلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے!

❁❁❁

## امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

### (14 تا 22 دسمبر 2021ء)

منگل (14 دسمبر) کو مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعدازاں پنجاب اسکولز میں مطالعہ قرآن کے حوالے سے ایک تعارفی سیشن میں شرکت کی۔ مسجد خضراء سمن آباد میں مولانا عبدالرؤف فاروقی سے ملاقات کے لیے جانا ہوا۔ وہاں بعد نماز عشاء 25 منٹ گفتگو کی۔

بدھ (15 دسمبر) کو مرکز میں شعبہ تربیت اور نظامت کے ذمہ داران سے ملاقات کی۔ دوپہر کراچی واپسی ہوئی۔

جمعرات (16 دسمبر) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔

جمعہ (17 دسمبر) کو مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ رات کو اسلام آباد جانا ہوا۔

ہفتہ (18 دسمبر) کو فیصل آباد مرکز میں توسیعی مشاورت کے اجلاس میں شرکت کی۔ اس میں 12/13 حضرات نے اظہار خیال فرمایا۔ تقریباً 12 بجے کے آس پاس فارغ ہوئے۔ بعد نماز عصر ”قرآن مجید کے عملی تقاضوں“ کے حوالے سے ایک بیان ہوا۔ بعد نماز عشاء ایک مسجد میں ”موجودہ حالات اور راہ نجات“ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ رات کراچی واپسی ہوئی۔

اتوار (19 دسمبر) کو کراچی کی ایک بڑی مسجد میں بعد نماز ظہر 2 نکاح پڑھائے، خاصا بڑا اجتماع تھا۔ اس موقع پر خطاب بھی ہوا۔ شام کو لاہور کے لیے روانگی ہوئی اور رات کو یہاں سے فیصل آباد جانا ہوا۔

پیر (20 دسمبر) کو فیصل آباد کے ایک آڈیٹوریم میں علم فاؤنڈیشن کے تحت نصاب قرآنی کے حوالے سے تعارفی نشست اور سوال وجواب کا اہتمام ہوا۔ رات کراچی واپسی ہوئی۔

منگل، بدھ (21 و 22 دسمبر) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔

نائب امیر صاحب سے تنظیمی امور کے حوالے سے مسلسل رابطہ رہا۔

# انجمن خدام القرآن کا سالانہ اجلاس 2021ء

مرتضیٰ احمد اعوان

مرکزی انجمن خدام القرآن کا اُنچاسواں (49واں) سالانہ اجلاس 19 دسمبر 2021ء بروز اتوار قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاؤن میں منعقد ہوا۔ جس میں انجمن سے وابستہ افراد نے شرکت کی۔ پروگرام کے ابتدا میں مہمانوں کی چائے اور دیگر لوازمات سے تواضع کی گئی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز گیارہ بجے ہوا۔ انجمن کے مدیر عمومی محمود عالم میاں نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیے۔ انہوں نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ وہ وقت نکال کر یہاں تشریف لائے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ قرآن اکیڈمی مسجد کے امام قاری احمد ہاشمی نے سورۃ التکویر کی آیات کی تلاوت اور ترجمہ بیان کیا۔ تلاوت کے بعد مدیر عمومی نے گزشتہ اجلاس کی کارروائی پڑھ کر سنائی جس کی تمام حاضرین نے توثیق کی۔ ناظم اعلیٰ حافظ عاطف وحید نے انجمن کے مختلف شعبہ جات کی کارکردگی کا جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت انجمن کے شوریٰ کے ارکان کی تعداد 25 ہے اور مجلس عاملہ کے ارکان کی تعداد 11 ہے۔ چودھری رحمت اللہ بٹر کے انتقال پر داخلی محاسب کی ذمہ داری اب کچھ مہینوں سے محترم اشرف بیگ صاحب ادا کر رہے ہیں۔ اسی طرح چودھری انوار الحق کے انتقال پر شعبہ خط وکتابت کورسز کی ناظم کی ذمہ داری محترم محمد آصف شیخ کو سونپی گئی ہے۔ ناظم شعبہ تعمیرات کی ذمہ داری پر محترم عاصم جاوید کو فائز کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ انجمن کا آغاز دو مراحل میں ہوا تھا۔ پہلے مرحلے میں سات افراد نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ساتھ مل کر قرارداد تاسیس کے اوپر دستخط کیے تھے ان میں ایک خادم حسین صاحب بھی تھے جو آج کل شدید علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا کرے۔ اس کے بعد مزید 13 افراد کو موسسین میں شامل کیا گیا تھا۔ ان تاسیسی ارکان میں سے اکثر وبیشتر اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ چکے ہیں۔ 121 افراد سے یہ قافلہ چلا تھا اور الحمدللہ آج اراکین انجمن کی تعداد 1162 ہے جن میں حلقہ محسنین: 548، حلقہ ناصرین: 245 اور حلقہ معاونین: 369 شامل ہیں۔

ناظم اعلیٰ نے شعبوں کی کارکردگی کا جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ شعبہ مطبوعات ڈائریکٹر اکیڈمی کے تحت کام کرتا ہے۔ محترم حافظ خالد محمود خضر، محترم مفتی شیخ رحیم الدین اور دوسرے کارکنان ہمہ وقت اس شعبہ میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس سال بیان القرآن کا چار جلدوں پر مشتمل جدید ایڈیشن شائع کیا گیا اور 29 کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہوئے۔ شعبہ مطبوعات کتابیں شائع کر کے مکتبہ خدام القرآن کے حوالے کرتا ہے۔ مکتبہ براہ راست ناظم اعلیٰ کے تحت کام کر رہا ہے۔ تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع (19 تا 21 نومبر 2021ء) میں وسیع وعریض سٹال لگایا گیا۔ مکتبہ کی ویب سائٹ بنادی گئی ہے جس سے آن لائن خرید وفروخت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ اس سال کی مجموعی سیل: 2,71,27,108 روپے رہی۔

شعبہ سمع وبصر کی کارکردگی کا جائزہ پیش کرنے کے لیے ناظم شعبہ سمع وبصر جناب آصف حمید صاحب کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے پہلے اپنے شعبہ کی کارکردگی کا اجمالی جائزہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ آرٹی فشل انٹیلی جنس کے تحت اب بہت ساری چیزیں آنے والے وقتوں کے لحاظ سے سٹیٹ اپ کی جا رہی ہیں۔ ہم سوشل میڈیا پر ہر وقت حالت جنگ میں ہوتے ہیں کیونکہ مختلف سٹرائیکس، کمیونٹی گائیڈ لائن ٹراپس اور کاپی رائٹ کلیم کا ہمیں اکثر سابقہ پیش آتا رہتا ہے کیونکہ ہم نے اس سے پہلے صدر موسس کی کسی آڈیو، ویڈیو اور کتاب کو اس نیت کے ساتھ کاپی رائٹ نہیں کیا تھا کہ یہ ہوا اور پانی کی طرح ہے جو چاہے اس کو کاپی کرے اور شائع کرسکتا ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں نے اس کو کاروباری لحاظ سے استعمال میں لانا شروع کر دیا۔ چنانچہ پھر بڑے عجیب عنوانات کے تحت ڈاکٹر صاحب کے کلپس بنائے جانے لگے جن کا ہم observe کر کے ایسے لوگوں کا تعاقب کرتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی ویڈیوز پر سے اشتہار ختم کریں اگر وہ نہیں کرتے تو پھر ہم ان کے چینل کو سٹرائیک کرتے ہیں۔ بہرحال مسلم دنیا میں لیکچرز کے لحاظ سے جن لوگوں کے لیکچرز کی ایڈورٹائزمنٹ کا ریٹ ہائی ہے ڈاکٹر صاحب ان میں سے ایک ہیں۔ اب سوشل میڈیا پر یہ پیش رفت ہوئی ہے کہ یوٹیوب نے اعلان کر دیا کہ جن چینلز پر منیٹائزیشن آن نہیں ہے ان پر یوٹیوب کو پورا اختیار ہے کہ اشتہار چلائے اور خود پیسے کمائے اور ایسے اشتہار پر ہمارا اختیار اب شاید نہ ہو حالانکہ ابھی تک ہم نے اس سے سو فیصد اجتناب کیے رکھا ہے۔

ناظم اعلیٰ نے مزید شعبوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ اس سال رمضان میں دورہ ترجمہ قرآن منعقد ہوا یعنی دو حصوں میں تراویح میں پڑھے جانے والے قرآن کا خلاصہ بیان ہوتا رہا۔ اس سال 12 افراد نے اعتکاف کی سعادت حاصل کی۔ شعبہ تحقیق کے تحت شعبہ تدریس ہے۔ رجوع الی کورسز کی کلاسز جاری رہیں۔ پارٹ ون طلبہ کی تعداد 48 تھی اور خواتین کی تعداد 30 تھی جبکہ پارٹ ٹو میں 14 طلبہ تھے۔ شام کے اوقات میں بھی تعلیم الاسلام اور فہم دین کے عنوان سے دو کورسز چل رہے ہیں۔ کلیۃ القرآن میں نئے داخلے 29 کی تعداد میں ہوئے۔ بورڈ کے اور وفاق المدارس کے امتحانات میں طلبہ نے حصہ لیا اور ان کا رزلٹ اچھا رہا۔ اس کے علاوہ جامعہ ازہر کا ایک وفد کلیہ میں تشریف لایا تھا اور اس نے طلبہ اور اساتذہ سے ملاقات کی اور اچھے تاثرات دیے اور جامعہ ازہر میں داخلے اور وہاں سہولیات دینے کا بھی وعدہ کیا۔ قرآن یونیورسٹی کا کیمپس کا علاقہ شرقپور ایل ڈی اے کی حدود سے نکال دیا گیا اور اب دوبارہ تحصیل کی طرف چلا گیا اور ہم ان سے رابطے کر رہے ہیں۔ اس کے ماسٹر پلان کی تیاری ہو چکی ہے اور ہم عنقریب تعمیر کا کام شروع کر سکتے ہیں۔

باؤنڈری وال اور مسجد کا کام جلد شروع ہو جائے گا۔ بنو مختار کے محترم اسعد مختار صاحب اس کام کی نگرانی کر رہے ہیں ۔شعبہ خط و کتابت کورسز کے پانچ کورسز میں شرکاء کی تعداد ہزاروں میں ہے جن میں سے بہت سے لوگوں نے یہ کورس مکمل کر لیا ہے ۔اب آن لائن کی سہولت سے ان کورسز کو بڑے پیمانے پر پھیلایا جا رہا ہے ۔امتناع سود کے معاملے میں ،میں کافی عرصے سے سرگرداں ہوں۔اس میں کئی لیولز پر کام ہو رہا ہے ۔پارلیمنٹیریز کے ساتھ ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔علماء کی تنظیموں کے ساتھ بھی تعاون جاری ہے اور پھر وکلاء حضرات سے بھی دو مرتبہ ملاقات ہوئی ہے اور انہوں نے بھی تعاون کا وعدہ کیا ہے ۔بہر حال فیڈرل شریعت کورٹ اس کیس کی سماعت بہت تیزی سے کر رہی ہے ۔اندازہ یہ ہے کہ وہ جلد کوئی فیصلہ دینے کے لیے تیار ہیں اور امید ہے کہ پچھلا فیصلہ ہی دوبارہ بحال کیا جائے گا جو کہ خوش آئند ہے۔

ناظم اعلیٰ نے آئی ٹی سیکشن کے تحت چلنے والی ویب سائٹس اور موبائل ایپلیکیشنز کا تعارف ویڈیو پروجیکٹر پر کراتے ہوئے کہا کہ (1) www.tanzeemdigitallibrary.com: اس ڈیجیٹل لائبریری میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی ایک سو سے زائد کتب اپ لوڈ کی گئی ہیں ۔یہ سارا مواد یونی کوڈ فارمیٹ میں ہے۔(2) www.giveupriba.com: سود کے حوالے سے معلومات ،تاریخی پس منظر ،عدالتی فیصلے ، نامور مفکرین کے اقوال و تحریرات مختلف علماء کی کتب وغیرہ اس ویب سائٹ پر دستیاب ہیں ۔ (3) www.hafizahmedyar.com پروفیسر حافظ احمد یار رحمہ اللہ کے لیکچرز ،علوم قرآن پر مشتمل مضامین ،لغات واعراب قرآن : ترجمہ قرآن کی لغوی ونحوی بنیاد والا مواد اس ویب سائٹ پر دستیاب ہے۔ (4) ڈاکٹر رفیع الدین ڈاٹ کام کے عنوان سے ویب سائٹ پر کام جاری ہے عنقریب اس پر بھی ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کی کتب اور مضامین والا مواد ڈال دیا جائے گا۔ (5) www.maktaba.com.pk اس ویب سائٹ کے ذریعے مکتبہ کا سارا لٹریچر آپ آن لائن منگوا سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ چند موبائل ایپلیکیشنز ہیں جن پر آپ انہی کاموں کو موبائل پر بھی دیکھ سکتے ہیں ۔ان میں تنظیم ڈیجیٹل لائبریری ایپ ،بیان القرآن ایپ اور حافظ احمد یارؒ کے لغات قرآن کی ایپ بھی موجود ہے۔

ناظم مالیات احسن الدین صاحب نے انجمن کے مالیات کی سمری پیش کی۔

اجلاس میں انجمن خدام القرآن سرگودھا اور جھنگ کے نمائندے بھی شریک ہوئے ۔البتہ انجمن فیصل آباد کے صدر ڈاکٹر عبدالسمیع تنظیمی مصروفیت کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے۔ سرگودھا کی انجمن کے نمائندے مقبول صاحب نے اپنی کارگزاری بیان کرتے ہوئے کہا کہ سرگودھا میں منتخب نصاب (1، 2) کا درس مفصل مکمل دیا گیا۔ دورۂ ترجمہ قرآن کی جگہ عبدالرحمان صاحب نے خلاصہ قرآن کروایا۔ہم نے ڈاکٹر صاحب کا مواد ورثہ کے طور پر سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ جامع القرآن میں خطبہ جمعہ کی ذمہ داری میں ادا کر رہا ہوں۔اس کے علاوہ تنظیم اسلامی کے پروگراموں کی میزبانی بھی ہماری انجمن کرتی ہے ۔ میں نے اپنی جیب سے بیان القرآن کے سیٹ طلبہ کو تحفے میں دیے جو میرے لیے سعادت کا باعث ہیں۔

انجمن خدام القرآن جھنگ کے صدر عبداللہ اسماعیل (فرزند مختار حسین فاروقیؒ ) نے کہا کہ والد محترم فاروقی صاحب کا انتقال انجمن پر بہت بڑی آزمائش تھی اس کے بعد مجلس شوریٰ نے مجھے صدارت کی ذمہ داری سونپی ۔ خطبہ جمعہ فاروقی صاحب درس قرآن کی طرز پر دیتے تھے سورۃ الحدید تک وہ مکمل کر چکے تھے اس کے بعد اب یہ سعادت میرے حصے میں آئی اور ہم آخری سیپارے تک پہنچ گئے ہیں ۔شہر میں دروس باقاعدگی سے جاری ہیں ۔ پھر سوئے حرم لے چل 25 روزہ تعلیمی کورس سال میں تقریباً چھ کورس ہوتے تھے ۔اکتوبر تک چار کورس مکمل ہو چکے تھے اور یکم دسمبر سے پانچواں کورس بھی شروع ہو چکا ہے۔ حکمت بالغہ کا ہر سال ایک خاص نمبر شائع ہوتا ۔نومبر میں اقبال کا فلسفہ خودی کے نام پر خصوصی نمبر شائع کرنے کا ارادہ تھا لیکن اس کی جگہ ''یاد فاروقی نمبر'' شائع کیا گیا۔

صدر انجمن ڈاکٹر عارف رشید نے خطاب کرتے ہوئے کہا انجمن کو قائم ہوئے پچاس برس ہونے والے ہیں ۔انجمن کے پرانے لوگ اللہ کے پاس پہنچ چکے ہیں اس سال رحمت اللہ بٹر صاحب ،مختار حسین فاروقی اور دو سال پہلے انجمن سندھ کے ثاقب رفیع صاحب کا انتقال ہوا اللہ ان سب کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا کرے ۔اس وقت بھی وابستہ حضرات عمر رسیدہ ہو چکے ہیں اور میری خواہش ہے کہ نوجوان آگے آئیں اور اس کام کو سنبھالیں ۔

ڈاکٹر صاحب نے ایک مشعل روشن کی تھی ،1972ء میں انجمن بنی اور پھر 1976ء میں قرآن اکیڈمی وجود میں آ گئی ۔پھر 1987ء میں قرآن کالج قائم ہوا۔پھر اس ایک انجمن کے بطن سے پورے ملک میں بے شمار انجمنیں قائم ہوئیں ۔کراچی میں پانچ اکیڈمیاں موجود ہیں۔ملتان میں بھی دو یا تین موجود ہیں البتہ مرکزی قرآن اکیڈمی لاہور میں ہے ۔اس نئے دور کے تقاضے ہیں اور میڈیا کی جنگ ہے جس میں اپنی سی کوشش کر رہے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے قول ((خیر کم من تعلم القرآن وعلمه)) کے مصداق ڈاکٹر صاحب نے اس کام کا آغاز کیا تھا اور یہ حدیث انجمن کا ماٹو بن گئی تھی ۔سب سے پہلو فیلوشپ سکیم کا اجراء ہوا تھا اس کے بعد ایک سالہ کورس کے تقریباً 39 بیجز مکمل ہو چکے ہیں ان سے فارغ ہونے والے لوگ ڈاکٹرز ،انجینئرز ،کرنل جیسے عہدوں پر فائز تھے ۔جنہوں نے ڈاکٹر صاحب کی شمع کو روشن کیا اور اس کام کو آگے پھیلا رہے ہیں ۔انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی دونوں شمعیں ڈاکٹر صاحب نے روشن کی تھیں گویا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر آگے بڑھ رہے ہیں ۔ایک علوم قرآنی کے پیغام کو پھیلانے میں اور دوسرے اقامت دین کی جدوجہد کے لیے کوشاں ہے ۔ اللہ کرے کہ اسی طرح ہم آہنگی کے ساتھ یہ قافلہ آگے بڑھتا رہے۔

آخر میں ڈائریکٹر اکیڈمی حافظ عاکف سعید صاحب نے دعا کرائی اور اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

❁❁❁

## قولِ زریں

**لوگوں پر تین احسان کیجئے:**

نفع نہیں دے سکتے تو نقصان نہ پہنچائیں

خوش نہیں کر سکتے تو دُکھ نہ پہنچائیں

تعریف نہیں کر سکتے تو برائی نہ کریں

# ناکامی، حادثہ اور کامیابی

رشید احمد منیب

دسمبر کے آخری دنوں میں جاڑے کی یخ بستہ فضا میں ہر سمت ایک بے نام سی اداسی پھیلی ہوئی تھی اور اجاڑ درختوں کو دیکھ کر کسی بلبل نالاں کی مانند دل خواہ مخواہ ہی بے تاب ہونے کو پر تول رہا تھا، ایسے میں کسی درویش سے گفتگو ضروری تھی لہٰذا میں ''بابا جی'' کے پاس چلا آیا تھا۔ اس چھوٹے سے قصبے نما شہر کے قدرے سنسان اور قدیم اسٹیشن پر تقسیم ہند سے قبل انگریز دور کی یادگار برگد کے گھنے درخت سر اٹھائے کھڑے تھے۔ خزاں کے ستم گیر موسم اور فضا میں پھیلی ہوئی دھند نے ان درختوں کے رنگ و روپ کو اپنے استخوانی وجود میں ڈھال لیا تھا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ خود میری سوچیں بھی ان درختوں اور اس ویران اسٹیشن پر چھائی ہوئی دھند، خزاں اور بے کیفی کی لپیٹ میں آ چکی ہیں۔

سنسان اسٹیشن پر ''بابا جی'' کے ہمراہ ٹہلتے ہوئے ہمیں ایک شخص کا انتظار تھا جو موٹر سائیکل پر بیٹھ کر اس اسٹیشن تک پہنچتا، گرم اونی چادروں کے درمیان سے منہ نکال کر ہم افراد اور اقوام کے عروج و زوال کے فلسفے پر طبع آزمائی کر رہے تھے، بابا جی سے میری واقفیت اس وقت ہوئی تھی جب انہوں نے میاں نواز شریف کی ''نا اہلی'' سے کئی ماہ قبل نظام میں تبدیلی کی پیش گوئی کر دی تھی، میں نے اس وقت ''ایک اور ضیاء الحق'' کے نام سے کالم لکھا تھا۔ سچ یہ ہے کہ مجھے خود بھی بابا جی کی باتوں پر یقین نہیں تھا لیکن اسلام آباد کے خبر رساں حلقوں سے چھن کر آنے والی کچھ خبر نما افواہوں پر بابا جی کی باتوں کو قیاس کر کے کم از کم یہی نتیجہ نکالا جا سکتا تھا کہ ملک کے طاقتور حلقے بہر صورت موجودہ نظام کو بدلنے پر پوری طرح تل چکے ہیں اور اب کچھ نہ کچھ ہو کر ہی رہے گا، مارشل لاء کے نفاذ یا ''ٹیکنو کریٹس'' کی حکومت کے قیام کی افواہیں بھی گرم تھیں، لیکن ''تبدیلی'' کا گھنٹا جج کے ہتھوڑے سے بجے گا اور پاناما سے اقامہ تک کا کھیل دیکھنے کو ملے گا۔

بہر حال اس کی توقع کون کر سکتا تھا؟ جب معاملات واضح ہوئے تو میں ''بابا جی'' کی فراست کا قائل ہو گیا کیوں کہ ''ایک اور ضیاء الحق'' اگرچہ منصۂ شہود پر وارد نہیں ہوا لیکن نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں رہا، اور کچھ نہیں تو بھارت کے مقابلے میں افغانستان کے محاذ پر پاکستان کی جیت سے میں نے چشم تصور میں مرحوم جنرل ضیاء الحق کی روح کو شاداب ہوتے ہوئے ضرور دیکھ لیا کہ ''جونیئرز'' نے ''سینئرز'' کی کہیں تو لاج رکھی۔ عسکری حلقے یہ بات خواہ مخواہ تو نہیں کہتے کہ ہم نے افغانستان کی جنگ جیت کر دراصل سقوطِ ڈھاکا کا بدلہ لیا ہے، لیکن سر دست میں افغانستان کی بجائے سعودی عرب کے متعلق سوچ رہا تھا۔ خزاں کے موسم میں عرب میں پھیلتی ہوئی خزاں کے خیال نے مجھے فکر مند کیا ہوا تھا۔

افغانستان میں نمودار ہونے والے روح پرور انقلاب کا تقابل جب سعودی عرب میں برپا ہونے والے ''روح فرسا'' انقلاب کے ساتھ کیا جائے تو سوچ و فکر کے زاویوں کو متوازن رکھنا محال ہو جاتا ہے۔ حرمین کے صحراؤں میں صلیب پرستوں اور صہیونیوں کے مشرقی مغنیوں، سازندوں اور موسیقاروں کی رقاصاؤں کے ہمراہ واپسی اور ثقافتی کلچر کے نام پر بپا جشن طرب، موج مستی، ہلا گلہ اور شراب و شباب کے کھیل نے عالم اسلام کے ہر درد مند دل کو لہو کے آنسو رلا دیا ہے، جبہ و دستار کے نیچے سے سعودیوں کا ایسا چہرہ بھی کبھی نمودار ہو سکتا ہے!! یہ کس نے سوچا تھا؟ جاسوسی کے شعبے میں اسلامی ممالک سے آئے ہوئے عام مسلمان مزدوروں کی نگرانی کروانے والے سعودی بھائیوں نے صہیونیوں اور مشنریوں کو اپنے مقدس صحراؤں میں ٹھکانے دے دیے ہیں۔ شمشیر و سناں اول کے اصول نے اگر افغانستان کے کہساروں پر کلمۂ توحید کا پرچم لہرایا ہے تو حرم کے پاک صحراؤں میں طاؤس و رباب کی جلترنگ بتا رہی ہے کہ امتِ مسلمہ ایک محاذ جیت کر دوسرا ہار رہی ہے، فتح کی خوشی پر شکست کا احساس غالب نہ آ جائے اور ذہنی دباؤ نرم، لطیف اور خوشگوار احساسات کو کچل ہی نہ دے، اس اذیت سے بچنے کے لیے مجھے بات چیت کی دوا درکار تھی اور بابا جی بھی دوا ثابت ہو رہے تھے۔ میں نے سوال کیا ''عرب کے صحراؤں میں لادینیت کے سیلاب اور افغانستان کے کہساروں اور مرغزاروں میں شرعِ متین کی بہار، عالمِ اسلام میں کن تبدیلیوں کا اشارہ ہے؟'' بابا جی نے جواب کی بجائے الٹا سوال کر دیا ''کیا تم نے قریب آتی ریل گاڑی سے بلند ہوتی ہوئی آوازوں کو غور سے سنا ہے؟'' سوال غیر متوقع تھا، ریل گاڑی کی آواز کو غور سے سننے کی بھلا کیا ضرورت؟ وہ خود ہی اپنی آواز سنوا دیتی ہے، مجھے سوال تو بچکانہ لگا لیکن اسے نظر انداز کرنے کا موقع نہیں تھا، میں نے سوال کیا ''اس مثال کے ذریعے آپ کیا سمجھانا چاہتے ہیں؟'' بابا جی نے جواب دیا ''ممکن ہے تمہیں مثال مثل لہ کے مطابق معلوم نہ ہو لیکن دراصل میں ایک خارجی مشابہت کے ذریعے ایک داخلی مسئلے کی جانب توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں آوازوں کی شناخت کروانا چاہتا ہوں، یہ شور کا دور ہے اور حقیقت کو شور سے چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے، جیسا کہ ریل گاڑی کے پہیے جب پٹڑیوں سے رگڑ کھاتے ہیں اور جب پٹڑیاں ریل کے وزن سے دبتی ہیں تو ان سب آوازوں کے شور میں ریل کے انجن کی آواز گم ہو جاتی ہے، انجن کو اپنی آمد کی خبر وسل سے دینا پڑتی ہے تا کہ دور تک لوگ خبردار ہو جائیں، انجن کی آواز کو اہمیت نہیں دی جاتی نہ ہی کوئی اسے سنتا ہے، حالانکہ وہی ان تمام آوازوں کے پیدا ہونے کا بنیادی سبب ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کو بھی اسی پر قیاس کر لو تو درویشوں کا بتایا ہوا زندگی کا بنیادی فلسفہ تمہاری سمجھ میں آ جائے گا۔ درویش داخل کی آواز پر غور کرنے کا قائل ہے، ہماری زندگیوں میں مختلف آوازوں کا شور اس قدر بڑھ چکا ہے کہ ہم انہی کے جلترنگ میں گم ہو جاتے ہیں، اس شور میں ہمیں خود اپنی ہی آواز سنائی نہیں دیتی، ہم خود کو غیروں کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان کے تبصروں کی روشنی میں اپنے کردار کو پرکھتے ہیں، ان کی تائید و تصویب پر اپنے عمل کی بنیاد رکھتے ہیں، ہمارا عمل ہی اچھائی اور برائی کا سبب ہے، اسی پیمانے پر افراد اور اقوام کی کامیابی اور ناکامی کو سمجھا جا سکتا ہے، مغرب کا انسان خلا کو تسخیر کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اپنے اندر سے اٹھتی ہوئی آواز سے بے خبر ہے، اس نے رنگ و روشنی اور مختلف نظریوں کے شور سے خود کو مصروف رکھنے کی کوشش ضرور کی ہے لیکن اس جدوجہد میں وہ خود سے دور ہو گیا ہے، وہ نہیں جانتا کہ فطرت کی آواز خود اسی کے اندر سے اٹھ رہی ہے جسے وہ سننا نہیں چاہتا،

# False claims and honest convictions

Hundreds of radicalized Hindu extremists, including important representatives of some of the most prestigious religious institutions of Hinduism and elected lawmakers of the ruling Bhartiya Janata Party (BJP), assembled in Haridwar earlier last week to participate in a Dharam Sansad or Religion Parliament. They stood in unison to take an oath to turn India into a Hindu Rashtra even if it meant killing (Muslims). A plethora of speakers – one after another – took the podium to convince and announce to the Hindus the need to take up arms against Muslims. One speaker representing the Hindu Mahasabha, Pooja Shakun Pandey, even confessed the roadmap to building a Hindu Rashtra: killing 2 million Muslims.

This is only the latest among several such gatherings that have taken place over the last two years, in different parts of India, where speakers have openly – and without any repercussions – called for Muslim genocide. As usual, everybody from the ruling BJP government including the Prime Minister have maintained their characteristic silence. However, apart from token condemnations on social media, the leading opposition parties in India have done little. The police have maintained an outstanding record of not letting their uniforms and duties as policemen come in the way of their wishful blindness to crimes committed and conspired publicly by the Hindu nationalists. No arrests have been made so far. The organisers have even announced plans of other such Dharma Sansads in other parts of India.

Muslims in India – especially those living in close vicinity of Hindu localities – are naturally very fearful. Having lost all hopes from the state to provide the most basic of their human rights, they have no one to turn to. Even the established and erstwhile vocal champions of human rights from the Hindu society have either stayed completely silent providing their sleazy consent to the calls of violence or have yet again resorted to downplaying the importance of such events by labelling them as mere election theatrics. In doing so, several even quickly bought a doctored video of Hyderabad (member of Parliament) MP and president of All-India Majlis e Ittehadul Muslimeen (AIMIM) Asaduddin Owaisi that falsely showcased him threatening Hindus. The video being debunked by fact-checking websites couldn't prevent some prominent opponents of the BJP from equating the Hyderabad MP to the hateful speakers of the Dharma Sansad.

In addition, there is no other way to look at the criminal silence and lack of action from the Hindu society in general and Hindu leaders in particular against the hate that is being peddled in their name.Hindu politicians, leaders, and writers who otherwise have been consistently vocal in their opposition to BJP and fighting Modi's authoritarianism have all gone silent when their voices particularly matter the most. What it suggests is that their slogans of saving India, combating hate with love, and rescuing democracy are performances at worst or false claims at best. The false claims of serving justice, ensuring secularism and equality while consistently flirting with or consciously downplaying the dangers of the different shades of Hindu nationalists have been a subject of research for scholars for years now. Those admittedly against the BJP are often seen and heard making claims to challenge Hindu nationalism. More often these claims are only whispered to Muslim ears to keep their Muslim vote base intact. But mostly these are lies that they keep repeating without any promising act to follow up.

The deliberate silence from the political class as well as the Hindu society at large against the calls of Muslim genocide sends a deeper message to Muslims. Although political commentators might want Muslims to believe that the silence is strategic, it translates into a feeling of abandonment and distrust with the idea of Indian citizenship. India's Hindu society has allowed their temples and other religious institutions to be used as nurseries of Hindu radicalism. Unless the faithful reassert their hold over these institutions and use its platforms to propagate the message of peace, justice and brotherhood – any claim of support or solidarity is meaningless.

افغانوں نے اپنے داخل سے اٹھنے والی آواز کو سمجھ لیا، وہ جان گئے کہ غلامی کے سو سال بھی ان کی آزادی کے ایک دن کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے، کیوں کہ وہ دل سے غلامی کو ناپسند کرتے ہیں، جبکہ عالمِ اسلام کی بہت سی اقوام اپنے باطن سے اٹھنے والی آوازوں پر دھیان نہیں دے پا رہی ہیں، بنیادی مقاصد اور نظریات سے مخرف تعلیم نے انہیں خارج کی طرف متوجہ تو کر دیا ہے لیکن وہ داخلی خلا سے دوچار ہوتے جا رہے ہیں۔

سعودیہ کی نئی قیادت دراصل داخلی اضطراب کا شکار ہے، وہ روایت سے منحرف ہو کر ایک مستحکم کامیابی کی تلاش میں ہے جو اسے نہیں ملے گی۔ سعودی معاشرے میں بہت جلد تبدیلی کی لہر نمودار ہوگی کیوں کہ بدّو طبیعت کو جونہی اس بات کا اندازہ ہوا کہ صحراؤں کی وسعتیں اس پر تنگ ہو رہی ہیں تو فطرت کے مقاصد کی نگہبانی کا عنصر پھر سے بیدار ہو جائے گا۔ افغانستان کے کہساروں میں رہنے والوں نے اپنی آزادی کا علم بلند رکھا تو بہت جلد عرب کے صحراؤں میں رہنے والے بھی اپنے داخل کی پکار سننے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس لیے تشویش واضطراب میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں، اگر عالمِ اسلام کسی نئے حادثے سے دوچار ہوا تو اسے اپنے داخل کی آواز سننے کا ایک نیا موقع مل جائے گا۔‘‘

بابا جی کی باتوں سے مجھے وقت کے پردوں میں چھپے لیکن تیزی سے قریب آتے ہوئے کسی حادثے کا احساس ہونے لگا، میں نے الجھی ہوئی نگاہوں سے انہیں دیکھا، وہ بولے، ’’اس دور میں مسلمانوں کے لیے یہ کامیابی بھی کم نہیں ہے کہ پاکستان آزادی کی تگ ودو میں ہے اور افغانستان آزاد ہو چکا ہے، اس لیے حوصلہ رکھو کیوں کہ امید مردِ مؤمن خدا کے رازدانوں میں سے ہے‘‘ ان کا یہ جملہ پورا ہوا ہی تھا کہ اسٹیشن پر وہ موٹر سائیکل سوار شخص آ پہنچا جو بابا جی کو کہیں دم کروانے کے لیے لے جانا چاہتا تھا، بابا جی فلسفی سے درویش بن کر اس کے ہمراہ روانہ ہو گئے اور میں گھر واپس لوٹ آیا۔ (بشکریہ روزنامہ ’’اسلام‘‘)

❁❁❁

peace, justice and brotherhood – any claim of support or solidarity is meaningless.

On the other side, with the ongoing and unending series of attacks and demonization, and the bloodied history of Hindutva militants, we already know that these terrorists are actually capable of what they claim. Their conviction to otherwise, demonize, and torture Muslims and other minorities are celebrated and incentivized. For Muslims to have experienced a targeted attack on their identity and bodies from offices and institutions of power, and having to witness events like Haridwar being carried on without any repercussions – it is not an exaggeration when they call it a brewing genocide. Unfortunately, Muslims in India are left to themselves with false claims of the secularists and honest convictions of the Hindu militants.

**Courtesy:**

***https://maktoobmedia.com/2021/12/27/false-claims-and-honest-convictions/***

***Sharjeel Usmani is a Muslim activist and he lives in Azamgarh, India.***


**ضرورت رشتہ**

☆ لاہور میں رہائش پذیر کھوکھر فیملی کو اپنی دینی مزاج کی حامل بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم بی ایس سی، کے لیے تعلیم یافتہ، برسرروزگار اور دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0307-4217734


## بقیہ: اداریہ

عالمی قیمتوں میں ریکارڈ اضافے کے سبب ملک میں مہنگائی کا ایک نیا طوفان دیکھنے میں آیا، جس کے باعث 1971ء سے لے کر 1977ء تک ملک میں مہنگائی کی شرح 16 فیصد رہی۔ ان حالات میں حکومت نے پاکستان میں چوتھے پانچ سالہ اقتصادی منصوبہ کا اعلان کیا جو کہ 1970ء سے لے کر 1975ء تک جاری رہا جس کے لیے 75 ارب روپے مختص کیے گئے، تاہم حکومتِ وقت اس اقتصادی منصوبے کے طے شدہ اہداف کو حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ ان حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حکومت کو مشکل فیصلہ کرنا پڑا اور اس منصوبے کا اختتام ہو گیا۔ 1977ء میں جنرل ضیاء الحق نے مارشل لا لگا دیا۔ مارشل لاء کی اس دہائی میں ملکی تاریخ کا پانچواں پانچ سالہ اقتصادی منصوبہ جاری تھا، جس کا آغاز 1978ء میں ہو چکا تھا۔ اس منصوبے کی خاصیت ملک کے پسماندہ علاقوں کی ترقی پر فوکس کرنا تھا، جس میں شہروں اور دیہاتوں میں رہنے والے لوگوں کی زندگی میں توازن لانا بنیادی نقطہ تھا۔ یہ منصوبہ 1983ء تک جاری رہا۔ اس منصوبے سے دیہاتوں کو شہروں کے ساتھ منسلک کر دینے کا منصوبہ تیار کیا گیا۔

یہاں یہ بات بڑی اہم اور قابلِ ذکر ہے کہ 1979ء میں سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کر دیا اور افغانستان پر قبضہ جما لیا تھا لیکن افغان مجاہدین نے بڑی بہادری سے گوریلا جنگ لڑی یہ صورتِ حال دیکھ کر امریکہ نے موقع سے فائدہ اُٹھانے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان کو مجاہدین کی فزیکل پشت پناہی کی ترغیب دی اور خود مالی طور پر پاکستان کو بھرپور امداد فراہم کی۔ 1980ء کے افغان جہاد کے دوران امریکہ کی جانب سے پاکستان پر ڈالروں کی گویا بارش کی گئی، جس کا بیشتر فائدہ تو حکمران، اعلیٰ عہدے داران اور اسٹیبلشمنٹ نے حاصل کیا لیکن کچھ نہ کچھ بہرحال پاکستان کے عوام اور پاکستان کی معیشت پر بھی اِس کے مثبت اثرات ہوئے۔

1983ء میں اس پانچ سالہ اقتصادی منصوبے کے ختم ہوتے ساتھ ہی، چھٹے پانچ سالہ اقتصادی منصوبے کا بھی اعلان کر دیا گیا جو کہ سال 1983ء سے 1988ء تک جاری رہا۔ اس منصوبے کے لیے حکومت کی جانب سے مختص کی جانے والی رقم میں دوگنا اضافہ کرتے ہوئے، ریکارڈ 495 ارب روپے مقرر کیے دیے گئے۔ ملکی تاریخ کے اس پانچویں اقتصادی دور کے دوران ملک میں زرعی ترقی یا پیداوار میں سالانہ 6.2 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا، جس کی ایک وجہ ان دس سالوں میں ملک میں کاٹن، چاول، گندم اور چینی کی پیداوار میں اضافہ بھی تھا۔ اس اقتصادی دور کے دوران معاشی صورتحال کو بہتر کرنے کے لیے حکومت کی جانب سے غیر قانونی کاروباری سرگرمیوں پر سخت نگرانی کی گئی، جس کے سبب ملک میں مقامی مینوفیکچرنگ کی صنعتوں کو فروغ ملا اور پاکستان کی جی ڈی پی 6.6 فیصد کی شرح سے ترقی کرتی رہی۔ اگلی قسط میں بعد کے معاشی حالات کا ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ! (جاری ہے)

Vol. 31 Regd. C.P.L NO. 114 No.02

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore